متفرق امور

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

متفرق امور

(فرمودہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۵۰ء برموقع جلسہ سالانہ بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''احباب کو معلوم ہے کہ میرا یہ سارا سال زیادہ تر کھانسی اور نزلہ کی تکلیف میں ہی گزرا ہے اور لمبی بیماری کی وجہ سے میرے جسم میں اب وہ تاب وتوانائی نہیں ہے کہ میں زیادہ بول سکوں۔ سردی میں اُٹھنے بیٹھنے سے میرے جسم میں دردیں شروع ہوجاتی ہیں اور میرے لئے بیٹھنا یا کھڑا ہونا مشکل ہوجاتا ہے اسی لئے مَیں نے احباب سے یہ خواہش کی تھی کہ جہاں تک ہو سکے گرد اُڑانے سے پرہیز کریں اور اگر ان کی ملاقاتوں پر کوئی پابندی لگائی جائے تو وہ اُسے خوشی سے قبول کریں کیونکہ یہ پابندی اُنہی کے فائدہ کے لئے ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ جو دوست ملاقات کے لئے آتے رہے ہیں اُنہوں نے اس کا لحاظ رکھا ہے اور اِس دفعہ ملاقات کے دوران میں گرد نہیں اُڑی۔ اِسی طرح جب کبھی مَیں نماز کے لئے جلسہ گاہ میں آیا ہوں تو میرے کانوں میں یہ آوازیں بھی پڑتی رہی ہیں کہ دوست گرد نہ اُڑائیں۔ بہرحال یہ اقدام تو آئندہ کی احتیاط کے لئے ہے ورنہ جو بیماری ہے وہ بدستور موجود ہے اور میرا گلا بیٹھا ہؤا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ عورتوں میں صرف دس پندرہ منٹ تقریر کروں تاکہ گلا محفوظ رہے لیکن جب مَیں نے تقریر شروع کی تو گلے کا خیال نہ رہا اور وہ تقریر ایک گھنٹہ کے قریب رہی۔ چنانچہ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کا میرے گلے پر اِس وقت اثر ہے لیکن بہرحال جب تک مجھے طاقت ہے اُس وقت تک میرا یہی کام ہے کہ مَیں اپنے اُس فرض کو ادا کرتا چلا جاؤں جو میرے پیدا کرنے والے نے

میرے ذمہ لگایا ہے۔ غالب کہتا ہے ؎

گو ہاتھ میں جُنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

اگر غالب اپنے ساغر و مینا کو موت کی آخری گھڑیوں سے پہلے اپنے سامنے سے اُٹھنے نہیں دیتا تو مَیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اہم کام کے لئے مقرر ہوں جب تک میری زبان میں جُنبش ہے خدا تعالیٰ کے کلام کو لوگوں تک پہنچانے میں کس طرح دریغ کر سکتا ہوں۔

مَیں نے باوجود کمزوری کے اِس سال یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو کل کسی علمی موضوع پر تقریر کروں۔ ۱۹۴۵ء سے برابر دوسرے دن کی علمی تقریر نہیں ہو رہی (سوائے مارچ ۱۹۴۸ء کے جلسہ کے جو لاہور میں ہوُا تھا)۔ ۱۹۴۵ء میں مَیں سخت بیمار ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۶ء پر بارش ہو گئی اور دوسرے دن کی تقریر نہ ہو سکی۔ ۱۹۴۷ء میں ہمیں قادیان سے نکلنا پڑا اور ۱۹۴۸ء میں یہ جلسہ ایک عارضی رنگ میں ہوُا۔ ۱۹۴۹ء میں ہم قریب ترین عرصہ میں یہاں آئے تھے اور مجھے اتنی فُرصت نہیں تھی کہ اس طرف توجہ کرتا۔ اب بھی بوجہ بیماری کے اتنی طاقت تو نہیں کہ مَیں کوئی لمبی تقریر کر سکوں لیکن مَیں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ایک کام جو ادھورا پڑا ہے اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو مَیں اسے مکمل کر سکوں تو وہ آئندہ نسلوں کی تربیت کے کام آئے گا اور اس سے فائدہ اُٹھانے والوں کی دُعائیں مجھے ملتی رہیں گی۔ چنانچہ مَیں نے اِس سال سے ارادہ کیا ہے کہ دوسرے دن کی تقریر کسی علمی موضوع پر ہوُا کرے اور اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو کل انشاء اللہ مَیں کسی علمی موضوع پر تقریر کروں۔

آج مَیں حسبِ عادت متفرق امور کے متعلق کچھ کہوں گا مگر اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے کل کی ایک تقریر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ شکایت پہنچی ہے کہ کل ایک ایسی تقریر ہوئی ہے جو مقررہ موضوع سے الگ تھلگ تھی۔ اِس میں بعض باتیں ایسی کہی گئی ہیں جو نامناسب تھیں یہ تقریر مولوی عبدالغفور صاحب کی تھی جس کا عنوان تھا:

''نامحرم مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط اسلام نے کیوں منع قرار دیا ہے۔''

بعد میں تو اور لوگوں نے بھی شکایت کی ہے لیکن جس شخص نے اِس چیز کا مُجھ سے پہلے ذکر کیا اُس نے مجھے بتایا کہ اصل مضمون کا کوئی پہلو بھی تقریر میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ بعض باتیں اِس میں ایسی کہی گئی ہیں جو قطعی طور پر نامناسب تھیں۔ اِس تقریر کے دوران میں لاؤڈ سپیکر کا کنکشن چونکہ عورتوں کی طرف دیا گیا تھا اِس لئے وہ باتیں نہیں کہنی چاہئے تھیں گو میرے خیال میں تو وہ باتیں مردوں میں بھی نہیں کہنی چاہئے تھیں مگر شکایت کرنے والے نے کہا ہے کہ چونکہ تقریر عورتوں کی طرف بھی سُنی جارہی تھی اِس لئے ایسی باتیں انہیں نہیں کہنی چاہئے تھیں لیکن جب اس دوست نے شکایت کی تو مَیں نے کہا اِس میں مولوی صاحب کا کوئی قصور نہیں کیونکہ اُن کی پچھلی تقریریں جیسا کہ مَیں نے سُنا ہے اچھی ہوتی رہی ہیں اور مجھے بیرون جات سے خطوط آتے رہے ہیں کہ ان کی تقریروں کو جلد شائع کیا جائے۔ پھر حاضری کی جو رپورٹیں ملتی رہی ہیں اُن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ حاضری انہی کی تقریر کے وقت میں تھی یہ بات بتاتی ہے کہ لوگوں کے ذہنوں پر پچھلی روایات کا اثر تھا کہ ان کی تقریر عموماً کامیاب ہؤا کرتی ہیں۔ جس طرح بعض لوگ میلوں میں شامل ہوتے ہیں اِسی طرح ہماری جماعت کے بعض افراد کو بھی جلسہ چھوڑ کر بازار وغیرہ میں پھرنے کی عادت ہے لیکن مولوی عبدالغفور صاحب کی تقریر کے دوران میں اکثر لوگ دُکانیں چھوڑ کر جلسہ گاہ میں آ گئے تھے اُن کی یہ قربانی بتاتی ہے کہ اُن پر اِس بات کا اثر تھا کہ مولوی صاحب کی پچھلی تقریریں کامیاب رہی ہیں ورنہ وہ کوئی پُرانے لیڈر تو ہیں نہیں کہ ان کی تقریر سُننے کے لئے لوگ اپنی عادت کی بھی پرواہ نہ کریں اور جلسہ گاہ میں جمع ہو جائیں۔ غرض مَیں نے شکایت کرنے والے کو بتایا کہ اِس میں مولوی عبدالغفور صاحب کا کوئی قصور نہیں قصور آپ کے بھائی سیّد ولی اللہ شاہ صاحب کا ہے۔ اُنہوں نے کہا اِس میں سیّد ولی اللہ شاہ صاحب کا کیا قصور ہے؟ مَیں نے کہا یہ کہ انہوں نے اِس مضمون کے لئے صحیح انتخاب نہیں کیا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص نسخہ لکھوانے کے لئے وکیل کے پاس جائے یا مقدمہ کا مشورہ کرنے کے لئے انجینئر کے پاس جائے۔

دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سارے علوم کسی ایک شخص کو آتے ہوں اور جب کوئی شخص کسی غلط جگہ پر جائے گا تو لازماً اُسے غلط مشورہ ہی ملے گا۔ مولوی صاحب کا بھی اگر یہ مضمون رکھا جاتا کہ خدا تعالیٰ نے اِس بارہ میں کیا کہا ہے تو آپ لوگ دیکھتے کہ وہ کس طرح دُھواں دھار تقریر کرتے اور قرآن کریم کی آیتیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں دھڑا دھڑ پیش کرتے چلے جاتے مگر مضمون یہ تھا کہ مرد اور عورت کا آزادانہ اختلاط کیوں ممنوع قرار دیا گیا ہے اور کیوں کا جواب ہمارے مولوی کو نہیں آتا۔ تم کسی مولوی سے پوچھو کہ اِس بارہ میں خدا تعالیٰ نے کیا کہا ہے تو دیکھو وہ کیسی دُھواں دھار تقریر کرنی شروع کر دے گا مگر یہ پوچھو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کہا ہے؟ تو وہ خاموش ہو جائے گا کیونکہ ''کیوں'' سائیکالوجی کا مضمون ہے اور یہ مولوی کو نہیں آتا وہ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے، حدیث میں یوں آتا ہے مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ ایسا کیوں ہے۔ پس اصل سوال یہ نہیں کہ مولوی صاحب نے ایسی غیر محتاط باتیں کیوں کہیں، سوال یہ ہے کہ آجکل کے مولویوں کی تعلیم کِن بنیادوں پر قائم کی گئی ہے۔ اگر تعلیم کی بنیاد روایات اور نقل پر ہے تو وہ کیوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ اِس کا جواب علمُ النفس کا کوئی ماہر ہی دے گا۔ میری ایک بیوی مُجھ سے اپنی تقریر کے متعلق مشورہ کرنے آئیں اور مجھے کہا کہ اِس سال جلسہ سالانہ کے موقع پر مَیں نے فلاں مضمون لیا ہے اُس کے متعلق مجھے نوٹ لکھوا دیں۔ مَیں کئی لوگوں کو نوٹ لکھوایا کرتا ہوں۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بھی بعض دفعہ مختلف مضامین کے متعلق میرے پاس مشورہ کے لئے آتے ہیں۔ قاضی اسلم صاحب بھی مشورہ کے لئے آتے ہیں۔ اِس سال چوہدری مشتاق احمد صاحب بھی اپنے مضمون کے متعلق مشورہ لینے آئے لیکن جب میری بیوی نے کہا مجھے فلاں مضمون کے متعلق کچھ نوٹ لکھوا دیں تو مَیں نے اُسے کہا کہ مَیں اِس مضمون کے متعلق نوٹ نہیں لکھواؤں گا کیونکہ تم نے انتخاب غلط کیا ہے۔ مَیں نے کہا مضمون تو بڑا اچھا ہے اگر مَیں یہ مضمون لوں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں وہ وہ مطالب بیان کروں کہ سُننے والوں کی آنکھیں کُھل جائیں لیکن تمہیں ابتدائی مشق ہے تمہیں وہ مضمون لینا چاہئے

جو کُھلے استدلال کا ہو۔ اِس مضمون کے متعلق تمہیں نوٹ لکھوانے کے یہ معنے ہیں کہ مَیں مضمون خراب کر دوں۔ اِسی طرح مولوی عبدالغفور صاحب کا مضمون یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے، حدیث میں یوں آیا ہے۔ یہ مضمون نہیں تھا کہ ایسا کیوں فرمایا گیا ہے۔

اگر آپ مولوی صاحب سے یہ پوچھتے کہ مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط اسلام نے جائز رکھا ہے یا نہیں؟ تو دیکھتے کہ مولوی صاحب کس طرح حدیثیں اور آیاتِ قرآنیہ نکال نکال کر آپ لوگوں کے سامنے رکھتے کہ آپ کہتے سُبْحَانَ اللہِ۔ لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ مرد وعورت کا آزانہ اختلاط اسلام نے کیوں منع کیا ہے اور ''کیوں'' کا جواب ہمارے مولوی کے بس کی بات نہیں۔ اگر اِس مضمون کے لئے قاضی اسلم صاحب یا ناصر احمد صاحب کو مقرر کیا جاتا یا ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ خود اِسے بیان کرتے یا شمس صاحب (مولانا جلال الدین صاحب شمس) کو یہ مضمون دیا جاتا جو ولایت میں رہ چکے ہیں تو یہ انتخاب موزوں ہوتا۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کو ہر فن آنا چاہئے گویا اسے ہر فن مولا ہونا چاہئے۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ''کیوں'' بھی علم کا حصّہ ہے اور ہمارے آقا کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ [1] یعنی وہ رسول لوگوں کو یہ بھی بتاتا ہے کہ ہم نے کیا کہا اور وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کیوں کہا گویا سائیکالوجی اور علمُ النفس بھی شریعت کا ایک حصّہ ہے لیکن ہم اس کو کیا کریں کہ مدارس میں ہم يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ تو کرتے ہیں اور الْحِكْمَةَ کو چھوڑ جاتے ہیں اور جب ہم الْحِكْمَةَ کو چھوڑ جاتے ہیں تو ہم اپنے مولویوں سے یہ کس طرح اُمید رکھ سکتے ہیں کہ وہ یہ بھی بیان کریں کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کہا؟ ہمیں کوشش تو کرنی چاہئے کہ اس پہلو کو بھی سیکھیں لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہمارا عالم یہ پہلو بیان کر سکے۔

بہرحال یہ اعتراض مولوی عبدالغفور صاحب پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ حصّہ ان کا موضوع نہیں یہ قصور انتخاب کرنے والے کا ہے۔ اس مضمون کو بیان کرنے کے لئے علمُ النفس کے

ماہر آنے چاہئیں یا وہ مبلّغ آنے چاہئیں جو تبلیغ کے لئے مغربی ممالک میں گئے اور اُن پر اِس قسم کے اعتراضات ہوئے یہ گُنہ تو مغربی ممالک کی نکالی ہوئی ہے تم اگر مسلمان کو کہو گے کہ اسلام نے ایسا کیوں کہا ہے تو وہ کہے گا ایسا کہنے والا کافر ہے۔ ''اسلام نے ایسا کیوں کہا ہے؟'' یہ اعتراض مغربی ممالک کی طرف سے کیا گیا ہے اس لئے جو مبلغ مغربی ممالک میں رہ چکے ہیں وہ ان باتوں کو بیان کر سکتے ہیں اور جو مبلغ مغربی ممالک میں تبلیغ کے لئے نہیں گئے اور اُن پر اِس قسم کے اعتراضات نہیں ہوئے وہ اس مضمون کو بیان نہیں کر سکتے۔

دوسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ربوہ میں زمینوں کے ایک بڑے حصّہ پر حکومت کی ہدایات کے ماتحت نشاندہی ہو چُکی ہے۔ اِس لئے جن دوستوں نے زمین خریدی ہوئی ہے اُنہیں چاہیئے کہ وہ جلد سے جلد مکان بنانا شروع کر دیں۔ اگر مکان بن جائیں تو ہمیں جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی سہولت ہو سکتی ہے۔ ۳۰ ہزار روپیہ خرچ کر کے بیرکس بنوائی گئی ہیں اور وہ بھی یونہی اینٹوں کو کھڑا کر دیا گیا ہے اور پھر اینٹیں بھی سُوکھی نہیں۔ بیرکوں کی یہ حالت ہے کہ اُن میں آدمی سو بھی نہیں سکتے۔ اگر لوگوں نے مکان بنائے ہوتے تو بہت سے لوگ ان مکانوں میں رہ سکتے تھے۔ بہرحال جن لوگوں نے زمین خریدی ہوئی ہے اُنہیں چاہیئے کہ وہ جلد سے جلد مکان بنائیں۔ نظامت جائداد کا کام ہے کہ وہ جلد اینٹیں تیار کروائے۔ بعض لوگوں کی خواہش بھی ہے کہ وہ جلدی مکان بنوائیں لیکن اُنہیں اینٹیں نہیں مل رہیں۔ میرے نزدیک اِس دقّت کو دیکھتے ہوئے شروع شروع میں مکان بنانے والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ صرف باہر کی دیواریں پکی بنالیں اور اندر کی دیوار کچی رکھیں اِس طرح پکی اینٹوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے شہروں میں بھی پکی اینٹ میسّر نہیں آ رہی۔ یہاں تو صرف ایک سال ہؤا کہ ہم آ کر بسے ہیں۔ ایک وجہ اینٹ تیار نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کے سپرد بھٹہ کا کام کیا گیا تھا وہ ناتجربہ کار تھے اُنہوں نے سال میں صرف دو بھٹے نکالے ہیں اور مَیں نے تجربہ کاروں سے سُنا ہے کہ کوشش کی جائے تو سال میں گیارہ بھٹے نکل سکتے ہیں۔

اِس سال پانی کی بھی دقّت ہے۔ کل تو روٹی بھی تیار نہیں ہو سکتی تھی اگر خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے کوئی صورت پیدا نہ کرتا۔ جماعت کی مخالفت آجکل زیادہ ہے۔ واٹر ٹینکس (water tanks) کے لئے ہم جس محکمہ میں بھی گئے وہاں کوئی نہ کوئی احراری ٹائپ کا آدمی تھا جس نے اس میں رُکاوٹ پیدا کر دی۔ اگر حالات یہی رہتے تو آج میرا مضمون یہ بھی ہوتا کہ ۱۳۰۰ سالوں تک مسلمانوں نے بغیر پانی اور بغیر لنگر کے حج کیا ہے۔ اگر ہم بغیر پانی اور بغیر لنگر کے ایک جلسہ پر گزارہ کر لیں تو کون سی بڑی بات ہے لیکن چونکہ روٹی پک گئی اور پانی کا ایک حد تک انتظام ہو گیا اس لئے مَیں نے یہ مضمون بیان نہیں کیا۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہم جس محکمہ میں بھی گئے وہاں کوئی نہ کوئی احراری ٹائپ آدمی موجود تھا اور اُس نے ہمارے کام میں کوئی نہ کوئی روک پیدا کر دی۔ جب چاروں طرف سے انکار ہو گیا اور جب آٹا گوندھنے کے لئے بھی لنگر خانہ میں پانی موجود نہیں تھا اُس وقت آدمی پھر لاہور بھیجے گئے وہاں جا کر معلوم ہؤا کہ ملتان کی میونسپلٹی نے اپنی ضرورتوں کے لئے ایک ٹرک بنوایا ہے جس میں ۹۰۰ گیلن پانی کی گنجائش ہے۔ وہ ٹرک ابھی بنا ہے اور ملتان جانے والا ہے۔ ملتان میونسپلٹی کے پریذیڈنٹ کو فون کیا گیا کہ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ ٹرک ہمیں دے دیں چنانچہ اُس نے اجازت دے دی اور وہ ٹرک یہاں پہنچ گیا اور ہماری تکلیف رفع ہو گئی۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ یہ خدمت ملتان نے کی ہے۔ پنجاب میں اسلام کی پہلی مدد بھی ملتان سے ہوئی کہ اس علاقہ کے رہنے والوں نے اسلام کو پہلے قبول کیا اور ہمارے جلسہ میں بھی مدد کی توفیق ملتان کو ہی ملی۔ اگرچہ پریذیڈنٹ ملتان میونسپلٹی نے گو ٹرک ہمیں کرایہ پر دیا تھا لیکن جب کرایہ کی ضرورت نہ ہو اُس وقت کسی چیز کا کرایہ پر دے دینا بھی دینے والے کی شرافت کا ثبوت ہے۔

بہرحال ابھی تک ہمارا انتظام ایسا نہیں کہ اسے مکمل کیا جا سکے یا جس کے ہوتے ہوئے ہر تکلیف رفع ہو سکے اور سردی بھی ایسی شدید پڑ رہی ہے کہ پارہ انجماد کے درجہ کے قریب پہنچا ہؤا ہے اس لئے دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھیں اور سردی

میں باہر زیادہ نہ پھریں کیونکہ مومن کی جان قیمتی ہوتی ہے۔ دیکھو کتنی دیر کے بعد ایک احمدی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا بچہ ۹ ماہ کے بعد پیدا ہو جاتا ہے لیکن بعض جگہوں پر دس دس سال متواتر تبلیغ کرنے کے بعد ایک احمدی ہوتا ہے۔ اگر دوست اس حقیقت کو مدّنظر رکھیں تو انہیں محسوس ہو کہ مومن کی جان کتنی قیمتی ہوتی ہے۔

ایک بات مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کبیر کی ایک ایک اور جلد شائع ہو چُکی ہے۔ تفسیر کبیر کی جو جلد پچھلے سال شائع ہوئی ہے۔ اُس کے ایک ہزار نسخے ابھی قابلِ فروخت ہیں اور اس سے پچھلی جلد کے بھی کچھ نسخے پڑے ہیں۔ دوست کچھ تو گزشتہ مصائب کی وجہ سے مہاجر بن گئے اور کچھ یہ وجہ ہو گئی کہ ہندوستان اب کوئی چیز نہیں جاسکتی اور کچھ وجہ یہ بھی ہو گئی ہے کہ بعض لوگ ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں اچھا لے لیں گے، اچھا لے لیں گے۔ سورۃ یونس کے بغیر کھف والی تفسیر پچاس پچاس روپیہ پر لوگوں نے خریدی ہے اور بعض لوگوں نے تو سَو سَو روپیہ میں ایک ایک جلد خریدی ہے۔ بیرونی ممالک کی لائبریریوں میں رکھنے کے لئے ہم نے کچھ کاپیاں ریزرو کی ہوئی ہیں لیکن سال میں پندرہ بیس ایسی چِٹھیاں ضرور آ جاتی ہیں کہ ہمیں ریزرو کتابوں میں سے ہی ایک جلد دے دی جائے بے شک ہم سے قیمت زیادہ لے لی جائے۔ لیکن میرا جواب یہی ہوتا ہے کہ یہاں قیمت کا سوال نہیں ایک پبلک کی قیمت ایک فرد سے بہرحال زیادہ ہے اس لئے دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے یہ نہ ہو کہ یہ کاپیاں بھی ختم ہو جائیں اور بعد میں اِنہیں اس سے کئی گُنا زیادہ قیمت پر بھی یہ تفسیر نہ مل سکے۔ سورۃ کھف والی جلد اور پارہ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ کا پہلا حصّہ بالکل ختم ہو چُکا ہے اور دوسرا حصّہ بھی تھوڑی تعداد میں ہے اور اب تیسرا حصّہ شائع ہو گیا ہے۔ قرآن کریم تو ایسی چیز ہے کہ اس کی تفسیر کا ہر جگہ پر ہونا ضروری ہے لوگ پڑھیں گے اور اِس پر عمل کریں گے تو فائدہ اُٹھائیں گے۔ ہمارا یہی ہتھیار ہے جس سے ہم نے دُنیا فتح کرنی ہے۔ اگر ہم نے اس ہتھیار کو استعمال نہ کیا تو پھر فتح مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اس تفسیر کے چھپنے کے بعد بڑے بڑے شدید دُشمنوں کے خیالات بدل گئے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے مجھے بتایا کہ میرے امرتسر کے

ایک دوست تھے مَیں نے انہیں کہا آپ کو تفسیر کبیر ضرور خریدنی چاہئے لیکن اس نے کہا اگرچہ تم میرے دوست ہو لیکن پھر بھی مَیں احمدیوں کا لٹریچر نہیں خریدتا۔ مَیں نے اُسے کہا تم میری خاطر تفسیر خرید لو چنانچہ اُس نے تفسیر خرید لی۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ دوسری دفعہ جب وہ قادیان آیا تو اُس نے کہا ظفر اللہ! تم قیمت پہلے لے لو اور آئندہ جو جلد شائع ہو وہ مجھے بھیج دو۔ مَیں نے اُسے کہا تم تو کہتے تھے کہ مَیں یہ تفسیر ہرگز نہیں خریدوں گا مگر اب قیمت پیشگی جمع کرا رہے ہو۔ اُس نے کہا مَیں پہلے کہتا تھا کہ مَیں نہیں خریدوں گا لیکن اب جب آپ کی وجہ سے مَیں نے یہ کتاب خرید لی اور اِسے پڑھا تو معلوم ہؤا کہ اِس کا ہر مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے۔ مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض دوستوں نے اپنے غیر احمدی دوستوں کو پڑھنے کے لئے تفسیر دی اور ایک عرصہ کے بعد اُنہوں نے بجائے کتاب واپس کرنے کے قیمت دے دی۔ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ مَیں نے ایک دوست کو پڑھنے کے لئے تفسیر دی لیکن کچھ دنوں کے بعد انہوں نے قیمت مجھے دے دی اور کہا کہ مَیں یہ کتاب نہیں دوں گا۔ آخر بڑی مشکل سے مَیں نے وہ کتاب اُن سے واپس لی۔ لاہور کے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ایک ہندو نے تفسیر کبیر خریدی ہمیں اس کتاب کی ضرورت پڑی تو ہم نے کہا چلو اُس ہندو سے لے لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم اُس ہندو کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ یہ کتاب تمہارے کام کی تو ہے نہیں ہمیں اِس کی ضرورت ہے تم قیمت لے لو اور ہمیں یہ کتاب دے دو۔ مگر اُس نے کہا مَیں کسی قیمت پر بھی یہ کتاب نہیں دیتا۔ ہم نے کہا اچھا زیادہ قیمت لے لو اور کتاب دے دو لیکن وہ پھر بھی نہ مانا۔ پس اس کتاب کا ہر گھر میں موجود ہونا ضروری ہے اور اسے ابھی سے خرید لینا چاہئے دیر نہیں کرنی چاہئے۔ پیچھے جا کر جو پچھتانا پڑتا ہے تو تم پہلے ہی لے لو۔ مَیں نے بعض جلدیں اپنے چھوٹے بچوں کے لئے بھی خرید رکھی ہیں تاکہ وہ بڑے ہو کر یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس یہ تفسیر نہیں۔

آخری پارہ کی چوتھی جلد بھی جلد شروع ہو جائے گی اور ۱۹۵۱ء میں انشاء اللہ شائع ہو جائے گی۔ اِسی طرح انگریزی ترجمۃ القرآن کی تیسری جلد بھی ۱۹۵۱ء میں شائع

ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہم کتب کی اشاعت کا انتظام بھی ہو گیا ہے۔ ہمارا سارا سٹاک قادیان رہ گیا تھا۔ پہلے تو قادیان والے کتابیں بھجواتے رہے لیکن اب وہ نہیں بھیجتے وہ کہتے ہیں ہمارے پاس تو پریس نہیں کہ دوبارہ شائع کر لیں۔ آپ کے پاس تو پریس ہے اس لئے یہ کتابیں ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔ سَو اب یہاں اہم کتب کی اشاعت کا انتظام ہو گیا ہے۔ حقیقۃ الوحی چھپ گئی ہے۔ ابھی نظارت تالیف وتصنیف نے میرے ہاتھ میں ایک کاپی دی ہے۔ ہلکے کاغذ والی کتاب کی قیمت ۶ روپے اور اعلیٰ کاغذ والی کتاب کی قیمت ۸ روپے ہے۔ ابھی اَور کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں اور اگلے سال سے انشاء اللہ برابر چھپنی شروع ہو جائیں گی اور کُتب کا ذخیرہ یہاں قائم ہو جائے گا۔

ایک بات مَیں اور کہنا چاہتا ہوں ۔گزشتہ خطباتِ جمعہ میں بھی مَیں نے اس طرف توجہ دلائی تھی اور اتنی توجہ دلائی ہے کہ بعض دُشمنانِ احمدیت نے مجھے لکھا۔ دیکھا اب لگا ہے سلسلہ ختم ہونے لیکن یہ ان کی حماقت ہے۔ آخر جماعتوں پر کوئی وقت ایسا بھی آیا کرتا ہے جب ان میں جوش پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو جنگ حنین کے موقع پر اسلامی لشکر پیچھے ہٹ گیا اور رسول کریمؐ کو ان مسلمانوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے کہنا پڑا کہ اے انصار! خدا کا رسول تمہیں بُلاتا ہے۔[۲] یہ فقرہ مخفی طور پر مہاجرین پر ایک چوٹ تھی چنانچہ اُس نے ایک طرف تو انصار کے اندر ایک جوش پیدا کر دیا کہ اب ہمیں بُلایا جاتا ہے مہاجرین کو نہیں بُلایا جاتا اور دوسری طرف مہاجرین یہ سُن کر کٹ گئے کہ ہمیں نہیں بُلایا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مہاجرین و انصار نے آگے بڑھ کر قربانی کا ایک بے مثال نمونہ دکھایا اور جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ پس ایسی جماعتیں مرتی نہیں ہاں بعض اوقات وہ سو جاتی ہیں اور اُن کو بیدار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ میری اِس تحریک سے پہلے دفتر اوّل کے دو لاکھ ۷۵ ہزار کے وعدے تھے ان میں سے صرف ایک لاکھ چھتیس ہزار کی وصولی ہوئی تھی۔ نومبر کے شروع میں مَیں نے تحریک کی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان کو ملا کر دو لاکھ چودہ ہزار پانچ سَو چار کی وصولی ہو گئی۔

گویا اس تحریک کے بعد جماعت احمدیہ پاکستان نے ۵۱ ہزار روپیہ ادا کیا اور دس بارہ ہزار روپیہ قادیان میں وصول ہؤا اور اب موجودہ رقم میں سے صرف ۶۳ ہزار روپیہ باقی ہے اور چونکہ دوستوں نے دوبارہ یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ بقایا اپریل ۱۹۵۱ء تک ادا کر دیں گے اس لئے یہ ۶۳ ہزار روپیہ بھی جلد ادا ہو جائے گا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ دُشمن کیا کہتا ہے۔ پہلے اس نے کہا جماعت مر گئی۔ اب وہ یہ کہے گا کہ جماعت دوبارہ زندہ ہو گئی۔ انصاف تو یہ ہے کہ وہ کہے اس اعلان پر احمدی دوبارہ زندہ ہو گئے ہیں۔ بہرحال جماعت نے اخلاص کا نہایت اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ اس سال پنجاب میں سیلابوں کی وجہ سے بڑی خطرناک تباہی آئی اور سندھ میں بیماری کی وجہ سے ۲۵ سے چالیس فیصدی تک فصلیں مر گئیں۔ اتنی تباہی کے ایّام میں اگر جماعت نے اتنی سُستی دکھائی تو یہ ختم ہونے کی علامت نہیں۔ کچھ تو سیلاب کی وجہ سے چندہ ادا نہ کیا جا سکا اور کچھ اس خیال سے سُستی ہو گئی کہ مَیں نے چندہ نہیں دیا تو کیا ہے میرا دوسرا بھائی دے دے گا لیکن میری تحریک کا یہ اثر ہؤا کہ یا تو ۵۰ فیصدی سے بھی کم چندہ آیا تھا اور یا اب ۸۵ فیصدی چندہ آ چُکا ہے اور مَیں اُمید کرتا ہوں کہ احباب اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے باقی رقم کو بھی جلد پورا کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تحریک جدید دفتر دوم کے وعدے ایک لاکھ پینتیس ہزار روپے کے تھے اور ابھی ان میں سے ۷۹ ہزار روپیہ وصول ہؤا ہے گویا نصف کے قریب آمد ہوئی ہے۔ یہ چیز مجھے خطرناک نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ تر ہمارے نوجوان شامل ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ نوجوان، بوڑھوں سے زیادہ قربانی کریں کیونکہ ایک تو نوجوان بوڑھوں سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں دوسرے ان پر بیوی بچوں کی پرورش، نوجوان بچوں کی تعلیم اور شادی کا اتنا بوجھ نہیں ہوتا جتنا بوڑھوں پر ہوتا ہے۔ پس نوجوانوں کو چاہئے کہ جس طرح بھی ہو وہ زور لگا کر اِس کمی کو پورا کریں خصوصاً خدام الاحمدیہ کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور دفتر دوم میں دفتر اوّل سے زیادہ چندے آنے چاہئیں۔ نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ دفتر دوم کے لئے وعدہ کریں اور اگر پہلے وعدہ کم ہؤا ہے تو اس میں زیادتی کریں اور پھر اسے جلد سے

جلد پورا کریں۔ اب تو مَیں نے شرائط اتنی ہلکی کر دی ہیں کہ سوائے کنگال کے ہر ایک شخص اس میں حصّہ لے سکتا ہے۔ ہماری جماعت لاکھوں کی ہے۔ اگر اس میں سے ۶۰-۷۰ ہزار افراد بھی تحریک جدید میں حصّہ لیں تو چھ لاکھ روپیہ جمع ہوسکتا ہے۔ اِس وقت وعدوں کی میزان ۲۷۷،۲۷ روپے کی ہے۔ پہلے ۲۰ ہزار تھی۔ نوجوانوں کو فکر کرنی چاہئے اور انہیں اپنی کوششوں کو زیادہ تیز کرنا چاہئے۔

اب مَیں دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آنے والے ایّام بہت نازک ہیں۔ بہت سے کام ہمارے ذمہ ہیں۔ ہم نے سکول بنانا ہے، عورتوں کا کالج بنانا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ کالج اِسی سال یعنی ۱۹۵۱ء میں ہی کُھل جائے۔ اس کالج کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہوگا۔ پھر مردانہ کالج بھی یہاں لانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے مخالف حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ جس عمارت میں آجکل ہمارا کالج ہے اس سے ہمیں نکال دیا جائے لیکن بجائے اس کے کہ کوئی ہمیں وہاں سے نکالے بہتر یہی ہے کہ ہم خود اُس کو چھوڑ کر یہاں آجائیں۔ مومن غیرت مند ہوتا ہے۔ اگر پاکستان کے بعض لوگ تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان امتیاز پیدا کرتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی اُنہیں کہہ دیں کہ ''مُلکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست''۔ ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان خدا تعالیٰ کا مُلک وسیع ہے اور فقیر کے بھی پاؤں ہیں۔ اگر کسی خاص جگہ پر لوگ اُسے رہنے نہیں دیتے تو وہ دوسری جگہ پر چلا جاتا ہے اور اگر ایک فقیر اور سائل کا بھی اتنا حوصلہ ہوتا ہے کہ جب اسے ایک گھر سے دھتکارا جائے تو وہ کہتا ہے مَیں خدا تعالیٰ کے مُلک میں رہتا ہوں اور اس کا مُلک تمہارے گھر سے وسیع ہے اور پھر میرے پاؤں بھی لنگڑے نہیں۔ تو الٰہی جماعت میں کیوں غیرت نہ ہو اُسے بھی ان لوگوں کے جواب میں یہ کہنا چاہئے کہ ''مُلکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست''۔ اگر لوگ ہمیں اس عمارت میں جہاں آجکل ہمارا کالج ہے نہیں رہنے دیتے تو ہم بھی اپنا کالج بنائیں گے اور کسی دوسرے کا احسان نہیں لیں گے۔

یہ مالی قربانیاں ہمیں آئندہ چند سال میں کرنی پڑیں گی۔ علاوہ ان عمارتوں کے

دفاتر بھی بنیں گے، کارکنوں کی رہائش کے لئے مکان بھی بنیں گے پھر دوست خود بھی یہاں مکان بنائیں گے اِس کے علاوہ میں نے مسجد امریکہ اور مسجد ہالینڈ کی بھی تحریک کی ہوئی ہے۔ امریکہ میں ہمارا ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہؤا ہے۔ اس مکان پر مسجد کی طرح مینارے تو ابھی نہیں بنے۔ یہ جگہ ابھی تک مکان کی ہی صورت میں ہے لیکن یہ مکان نہایت اہم جگہ پر واقع ہے۔ اس کے قریب غیر مُلکی سفارت خانے ہیں۔ پاکستان کا سفارت خانہ بھی قریب ہی ہے۔ پھر پریذیڈنٹ کا گھر بھی اس جگہ کے قریب واقع ہے۔ ایسی عمارت ڈیڑھ لاکھ روپیہ میں ملنی بہت سَستا سَودا ہے۔ پھر یہ معمولی مکان نہیں۔ دومنزلہ عمارت ہے۔ بہرحال یہ مکان خرید لیا گیا ہے لیکن اس کے لئے چندہ صرف ۲۲ ہزار روپیہ آیا ہے۔ باقی کچھ روپیہ اشاعتِ قرآن کی مد سے بطور قرض لیا گیا ہے اور کچھ دوسری مدات سے بطور قرض حاصل کیا گیا ہے۔ اگر یہ روپیہ جمع نہ ہؤا تو آئندہ بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ جب لندن میں مسجد بنانے کی تحریک ہوئی تو عورتوں نے ساٹھ ستّر ہزار روپے جمع کر دیئے تھے۔ اِس وقت جماعت کی تعداد موجودہ تعداد سے دسواں حصّہ تھی۔ پھر عورت کی آمد مرد کی آمد سے آدھی تو ضرور سمجھنی چاہیئے بلکہ اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ اب جبکہ ہماری تعداد اُس وقت کی تعداد سے دس گُنا زیادہ ہے اور مسجد ایک اہم مُلک اور پھر اس کے مرکز میں بنائی جا رہی ہے تو ہم اس میں سُستی کیوں کریں۔ لوگ وہاں اپنے کاموں کے لئے آئیں گے تو ہم سے بھی شناسا ہو جائیں گے۔ موجودہ وقت میں ہماری جماعت کا دو اڑھائی سَو آدمی ایسا ہے جن کی آمد ایک ہزار روپیہ سے زائد ہے ان میں سے آدھے لوگ بھی اپنی ایک ایک ماہ کی آمد اِس مسجد کے لئے دے دیں تو یہ رقم پوری ہو جائے گی لیکن جماعت نے اس کی اہمیت کو سمجھا نہیں۔ پس مَیں ایک دفعہ پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ ہمیں سب مُلکوں میں مسجدیں بنانی پڑیں گی۔ اگر سب ممالک میں مساجد بن جائیں تو جو دُنیا ہمارے متعلق یہ کہتی ہے کہ ہم مسلمان نہیں، کافر ہیں ہم اُسے بتا سکتے ہیں کہ کیا کافر ہی سب مُلکوں میں مساجد بنا رہے ہیں۔ پس مسجد ہماری تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جن لوگوں کی آمدنیں زیادہ ہیں وہ اِس طرف توجہ کریں۔ اگر ایک سال تکالیف اُٹھا

کر وہ اپنی ماہوار آمد کا پچاس فیصدی بھی دے دیں تو یہ کام آسانی سے ہوسکتا ہے۔ ہم نے حفاظتِ مرکز کے لئے ایک فیصدی کے حساب سے جماعت کی جگہ کی قیمت کا اندازہ لگایا تو ۱۵ لاکھ کی رقم بن گئی تھی لیکن بعض ناہندہ اور مقروض بھی ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں تک میری آواز نہ پہنچے اس لئے جن کی حیثیتیں زیادہ ہیں وہ اپنے اُوپر بوجھ ڈال کر اگر ایک ایک ماہ کی نصف آمد اس مد میں دے دیں تو ہمارا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں جن کی ماہوار آمد ہزار ہزار روپیہ ہو اور وہ ہزار ہزار روپیہ اس مد میں لکھا دیں۔

چندہ نہ آنے کی وجہ سے بہت سی اہم مدّات کا روپیہ اِس مد میں پھنس گیا ہے اور لوگ اب وہ قرض مانگ رہے ہیں۔ ایک قرضہ کا تو اتنا تقاضا ہوا کہ مَیں نے کہہ دیا مکان رہن رکھ کر یہ روپیہ ادا کر دو۔ آج مَیں نے عورتوں کو بھی توجہ دلائی ہے اور مردوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ہزار روپیہ ماہوار یا اِس سے زیادہ اوپر آمد والے ایک ایک ہزار لکھا دیں اور جن کی آمدنیں اِس سے کم ہیں وہ پچاس فیصدی یا ۲۵ فیصدی ماہوار آمد کا دیں اور جو سَو روپیہ ماہوار سے کم آمد والے ہیں وہ اپنی آمد کا ۵ فیصدی دے دیں یا پانچ پانچ دس دس روپے دے دیں تو یہ کوئی زیادہ بوجھ نہیں۔ اتنا چندہ بآسانی دیا جا سکتا ہے۔ (اس موقع پر حضور نے اعلان فرمایا کہ ڈاکٹر فرزند علی صاحب نے لکھا ہے میری امانت تحریک جدید میں سے کالج کے لئے پانچ صد روپیہ لے لیا جائے اور چیک لکھ کے دے دیا ہے۔ اسی طرح بابو سراج دین صاحب لاہور والے بھی اس مد میں ایک سو روپیہ کا وعدہ کرتے ہیں۔ جَزَاکُمُ اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ اِس کے بعد فرمایا)

اب مَیں ایک ایسے اہم معاملہ کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اِن دنوں بہت اہم ہو گیا ہے اور وہ ہماری مخالفت کی عام رَو ہے جو مختلف جماعتوں اور فرقوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ جب ہم قادیان سے آئے اُس وقت چونکہ صرف قادیان ہی سکھوں سے مقابلہ کر رہا تھا اس لئے کیا زمیندار اور کیا دوسرے مخالف اخبار سب ہی یہ لکھ رہے تھے کہ قادیان والے خوب مقابلہ کر رہے ہیں لیکن وہی اخبار جو اُس وقت ہماری تعریفیں کر رہے

تھے اب ہماری مخالفت میں پیش پیش ہیں ۔اُس وقت مَیں نے جماعت سے کہا تھا کہ یہ وقت بہت اچھا ہے تم تبلیغ کرو لیکن کئی لوگ ایسے تھے جنہوں نے مجھے کہا کہ آپ کچھ دن ٹھہر جائیں ۔ اِس وقت لوگ ہم پر بہت خوش ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ناراض ہو جائیں لیکن مَیں سمجھتا تھا اگر تم نے اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا تو کچھ عرصہ کے بعد انہی لوگوں کا رویہ تمہارے خلاف ہو جائے گا اور یہی لوگ تمہارا گلا کاٹنے کو دَوڑیں گے لیکن جماعت نے اِس طرف توجہ نہ کی ۔ اور اب جب شورش پیدا ہوگئی ہے تو کہتے ہیں ذرا ٹھہر جانا چاہئے ۔ ابھی ان لوگوں کو تبلیغ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہمارے خلاف ہیں ۔ گویا تبلیغ نہ تو امن میں ہو سکتی ہیں اور نہ فساد میں ۔ پھر تبلیغ ہوگی کس وقت؟ بہرحال جماعت نے پہلے غلطی کی ہے اور اب اس کی اصلاح اِسی طرح ہوسکتی ہے کہ وہ موجودہ شورش کی پرواہ نہ کریں اور زیادہ سے زیادہ وقت تبلیغ میں صَرف کریں ۔

جو جماعتیں ہماری مخالفت میں زیادہ سرگرم ہیں وہ احرار، اسلامی جماعت اور علامہ عنایت اللہ مشرقی کی اسلام لیگ ہیں ۔مجلس احرار نے متواتر تقاریر میں احمدیوں کے قتل کی تحریک کی ہے ۔ جہاں جہاں مجلس احرار کے لیڈروں کی تقاریر ہوئی ہیں جماعت کے لوگوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے کُھلے بندوں یہ کہا کہ احمدیوں کو قتل کر دو ۔منٹگمری میں انہوں نے یہاں تک کہا کہ احمدیوں کے مکانوں پر پہلے نشان لگا دو اور پھر ایک رات سب کو قتل کر دو ۔ یہ نشان لگانے کی ترکیب نرالی ہے نئی نہیں ۔ پُرانے زمانہ میں بھی جب ڈاکو حملہ کرنے والے ہوتے تھے تو وہ جس مکان پر اُنہوں نے حملہ کرنا ہوتا تھا اُس پر پہلے نشان لگا دیتے تھے ۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک گھر پر حملہ کرنے کے لئے دو ڈاکوؤں نے نشان لگایا ۔ اُس گھر میں ایک ہوشیار لَونڈی تھی وہ باہر آئی اتفاقاً اُس کی نظر اُس نشان پر پڑ گئی ۔ وہ گھبرا گئی لیکن کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے اپنے مکان کے اِردگرد کچھ اور مکانوں پر بھی وہی نشان لگا دیا ۔ ڈاکو آئے تو اُنہیں اس مکان کا پتہ نہ لگ سکا ۔ مَیں جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ ایسی ذہانت سے کام لینا چاہئے ۔ تم اگر اپنے مکانوں پر کوئی نشان لگا ہؤا دیکھو تو ویسا ہی نشان تم اپنے اِردگرد کے اور مکانوں پر بھی لگا

دو۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔خواہ وہ تمہارے گھر کے افراد کو ماردیں یا سب گھروں پر حملہ کر کے ان کے بسنے والوں کو قتل کر دیں۔ بہرحال یہ تحریک ہوئی اور کئی شکلوں میں ہوئی ہے۔بعض دفعہ گورنمنٹ کو توجہ دلاتے ہیں کہ احمدیوں کو اقلّیت قرار دے دیا جائے اور انہیں مسلمانوں سے الگ سمجھا جائے۔ان کا یہ توجہ دلانا بالکل ویسا ہی ہے جیسے ایک مشہور واقعہ ہے کہ کوئی ظالم خاوند تھا وہ ہمیشہ مالدار عورتوں سے شادی کر کے اُن کی دولت پر قبضہ کر لیتا اور اس کے بعد کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اُنہیں طلاق دے دیتا۔ایک دفعہ اس نے ایک عورت سے شادی کی وہ عورت نہایت ہوشیار تھی۔اسے پتہ لگا کہ اس کا خاوند ظالم ہے اور کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مال و دولت پر قبضہ کرنے کے بعد وہ اُسے طلاق دے دے گا۔اس نے بڑی عمدگی سے کام کیا اور خاوند کو اعتراض کا کوئی موقع نہ ملا۔ جب اُس نے دیکھا کہ یہ عورت تو الگ ہوتی نظر نہیں آتی بلکہ ہوسکتا ہے کہ مَیں مَر جاؤں اور یہ میرے مال و دولت پر قبضہ کر لے تو اُسے طلاق دینے کا کوئی بہانہ سوچنے لگا۔ایک دن اُس نے اپنی بیوی سے کہا مَیں باورچی خانہ میں بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔ بیوی نے بہتیرا کہا کہ وہاں دُھواں ہوگا اور تکلیف ہوگی مگر وہ نہ مانا اور اپنی اس بات پر اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ وہ باورچی خانہ میں بیٹھ گیا۔اس کی بیوی روٹیاں پکا رہی تھی وہ جھٹ غصّہ سے اُٹھا اور اپنی بیوی کے سر پر جُوتی مار کر کہنے لگا کمبخت! روٹیاں تو تُو ہاتھ سے پکاتی ہے تیری کُہنیاں کیوں ہلتی ہیں؟ عورت بڑی ہوشیار تھی وہ کہنے لگی۔آپ غصّہ میں آ گئے ہیں اور غصّہ میں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔آپ مجھے مارنا ہی چاہتے ہیں تو کھانا کھا کر مار لیں۔ چنانچہ بیوی نے کھانا اُس کے سامنے رکھ دیا۔ جب وہ کھانا کھا رہا تھا تو اُس نے خاوند کی داڑھی پکڑ لی اور اُسے جُوتا مار کر کہا۔کمبخت! کھانا تو تُو مُنہ سے کھاتا ہے تیری داڑھی کیوں ہلتی ہے؟ اسی طرح ہماری مخالفت کرنے والے کر رہے ہیں۔ایک جگہ انہوں نے ہمارے خلاف بہت شور مچایا کہ کیا اسلامی حکومت کو اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ احمدیوں کو ان کے تبلیغی کام سے روک دے اور بات صرف اتنی تھی کہ غیر احمدیوں کا کوئی جلسہ ہؤا تھا اور ایک احمدی لڑکا باہر اشتہار بانٹ رہا تھا۔اتنی سی بات پر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ کیا احمدیوں کو

اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے اتنی جرأت ہوسکتی ہے حالانکہ یہ ویسی ہی بات ہے کہ کھانا تو تم مُنہ سے کھاتے ہو تمہاری داڑھی کیوں ہلتی ہے۔ گویا ہم پر جو چاہے اعتراض کرے اور جتنے اعتراض چاہے کرے ہمیں جواب دینے کی بھی اجازت نہیں۔ ہمارے مخالف جو چاہیں ہمارے خلاف کہتے پھریں لیکن چونکہ پاکستان کی حکومت اسلامی حکومت ہے اس لئے ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم اتنا بھی کہہ سکیں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو یہ غلط کہہ رہے ہو۔ گویا احمدی یہ سمجھیں کہ جو گالیاں اُنہیں دی جارہی ہیں وہ گالیاں نہیں بلکہ اُن کی عزت افزائی ہورہی ہے۔ ایک جگہ کے متعلق مجھے رپورٹ ملی کہ ایک پیر اپنے مریدوں کو اکٹھا کر کے انہیں کہہ رہا ہے کہ تم بندوق چلانے کی مشق کرلو اِس کے بعد ہم ربوہ پر حملہ کریں گے اور اُسے تباہ کردیں گے۔ ڈپٹی کمشنر کے پاس جب اُس کی رپورٹ کی گئی تو اُس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ شخص پاگل ہے حالانکہ یہ رپورٹ ایسی نہیں تھی کہ کہنے والے کو پاگل کہہ کر ٹال دیا جاتا۔ اگر وہ پیر فی الواقعہ پاگل ہے تو پھر تو بہت زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ایسا اقدام عموماً پاگل ہی کیا کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ پر کہا گیا کہ ڈپٹی احمدی ہے اسے ماردو۔ اِسی طرح میرے متعلق بھی کہا گیا کہ اسے ماردیا جائے۔ مجسٹریٹ علاقہ اس جلسہ میں موجود تھا۔ اُس نے اپنی رپورٹ میں اِس امر کا ذکر کیا لیکن پولیس کی رپورٹ میں اس کا ذکر نہیں تھا۔ جب پولیس کو ڈی۔سی نے اِس طرف توجہ دلائی تو یہ کہہ دیا گیا کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے وہ پاگل ہے حالانکہ کُھلے بندوں احمدیوں کے قتل کی تحریک کی گئی اور ایک آدمی کھڑا ہؤا اور اُس نے کہا مَیں یہ کام کروں گا لیکن جب سپرنٹنڈنٹ پولیس سے اِس کا ذکر کیا گیا تو اُس نے کہہ دیا کہ وہ پاگل تھا گویا یہ کام بڑے بڑے عقلمند کیا کرتے ہیں۔

پھر ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں حالانکہ اگر کوئی جماعت ایسی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں گداز ہے اور آپؐ کے نام کو دنیا میں عزت کے ساتھ قائم کرنے والی ہے تو وہ صرف ہماری ہی جماعت ہے۔ جب ہمارے سلسلہ کی بنیاد ہی اسی امر پر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور

ہمیشہ قائم رہے گا اور جب ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کے تنزل کے دور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک غلام اسے دوبارہ دنیا میں قائم کرے گا اس کے احیاء کیلئے باہر سے کوئی نبی نہیں آئے گا تو کوئی شخص یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ یہ فرقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والا ہے یہ تو واقعاتی لحاظ سے محال ہے لیکن دوسری طرف یہ عقلی طور پر بھی محال ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور غلام بھی کہتے ہوں اور پھر وہ آپؐ کی ہتک بھی کرتے ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں افلاطون کا شاگرد ہوں اور پھر کہے کہ افلاطون بڑا جاہل ہے۔ اگر وہ واقعی افلاطون کا شاگرد ہے تو وہ اُسکی تعریف کرے گا مذمت نہیں کرے گا۔ اِسی طرح اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد اور غلام کہتے ہیں تو وہ آپ کی تعریف ہی کریں گے مذمت نہیں کریں گے ورنہ وہ اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد کیسے کہہ سکتے ہیں۔

پھر کسی جگہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم انگریزوں کے خوشامدی ہیں چنانچہ راولپنڈی میں تقریر کرتے ہوئے بڑے فخر سے اِس چیز کو پیش کیا گیا کہ میں نے فلاں کمشنر کو بہکایا اور بعض حوالجات بھی دکھائے جس پر وہ احمدیوں کے خلاف ہوگئے۔ میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہؤا کہ یہ درست ہے۔ اُس کے خیالات ہمارے متعلق پہلے ہمدردانہ تھے لیکن اب وہ مخالف ہے۔ اسی طرح ایک ریلوے افیسر کو بھی یہ بات کہی گئی وہ ایک احمدی کے پاس آیا اور اُس نے کہا میں پہلے آپ لوگوں کے خلاف نہیں تھا لیکن اب معلوم ہؤا ہے کہ آپ لوگ تو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ غرض افسروں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو اِس مخالفت سے متاثر ہوگیا ہے۔ میں نے درد صاحب کو ایک ضروری کام کیلئے کراچی بھیجا۔ وہاں انہیں پاکستان سیکریٹریٹ کے ایک انڈر سیکرٹری ملے وہ احمدیوں کے ممنونِ احسان تھے۔ ایک احمدی دوست نے اُنہیں تعلیم دلوائی تھی۔ انہوں نے درد صاحب سے کہا کہ لوگوں میں آپ کی مخالفت عام ہورہی ہے اور یہ میں صرف آپ کے فائدہ کیلئے کہتا ہوں کہ آپ اس

طرف توجہ کریں۔ایک صوبہ کے گورنر نے ایک بڑے شہر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ احمدی بھائی مجھے معاف کریں اگر میں یہ کہوں کہ انگریزوں کی عادت تفرقہ ڈال کر حکومت کرنا تھی اور اپنی اِسی عادت کے مطابق انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے احمدیوں کو کھڑا کیا اور بہائیوں کو روس نے کھڑا کیا۔ وہ گورنر احمدیوں کا ملنے والا ہے لیکن مخالفت سے وہ بھی متأثر ہو گیا۔اگر افسروں پر یہ اثر غالب ہو کہ ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تو ان سے انصاف کی بہت کم امید ہوسکتی ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ تعلیم یافتہ آدمی بِلا تحقیق کس طرح ایک رائے قائم کرسکتا ہے۔آخر جو لوگ بڑے عُہدوں پر پہنچے ہیں وہ بڑے تجربہ کے بعد پہنچے ہیں لیکن عجیب بات یہ کہ جب ہمارا معاملہ آتا ہے تو وہ ایک فریق کی بات سُن کر متأثر ہو جاتے ہیں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری مخالفت کا ان کے دماغ پر اتنا اثر پڑا ہے کہ اب وہ کسی تحقیقات کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے حالانکہ اگر وہ سوچتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہی مولوی پہلے کہا کرتے تھے کہ ہم انگریزوں کے خلاف ہیں۔علماء کی کتابیں موجود ہیں۔ان میں صاف لکھا ہے کہ انگریزی حکومت کو فکر کرنی چاہئے۔مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں اگر ابھی اس کی اصلاح نہ کی گئی تو کسی وقت حکومت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے پانچ سات سال بعد کی کتب میں جو مخالف علماء کی طرف سے لکھی گئی تھیں یہ نظر نہیں آتا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ بلکہ ساری کتب میں یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب حکومت کے مخالف اوراس کے باغی ہیں۔لیکن اب احراری علماء یہ کہہ رہے ہیں کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔اگر یہ لوگ علم کی بناء پر ہماری مخالفت کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یا تو اس وقت کے علماء جھوٹے تھے یا موجودہ علماء جھوٹ بول رہے ہیں۔مولوی محمد حسین صاحب اور لدھیانے والے مولویوں کی کتابیں موجود ہیں اُن میں صاف لکھا ہے کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں۔اِن باتوں کے ہوتے ہوئے ایک عقل مند دیانت دار اور تجربہ کار افسر دھوکا میں کس طرح آسکتا ہے۔یہی لوگ جواَب کہتے ہیں کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اِنہوں نے دعویٰ کے پہلے آٹھ دس سال میں یہ کہہ کر

جماعت احمدیہ کی مخالفت کیوں کی تھی کہ مرزا صاحب انگریزوں کے خلاف ہیں۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام تھا جو غالباً ۱۸۹۳ء میں ہوا اُس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''سلطنت برطانیہ تا ہشت سال۔ بعد ازاں ایام ضُعف و اختلال''[۳] بعض روایات میں ''ایام ضُعف و اختلال'' کے الفاظ بھی آتے ہیں لیکن مجھے یہ الہام اِسی طرح یاد ہے۔ جب یہ الہام ہوا تو بعض مصلحتوں کی بناء پر اِسے شائع نہ کیا گیا لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہر وقت اِس ٹوہ میں رہتے تھے کہ کوئی قابلِ اعتراض بات مل جائے۔ انہوں نے یہ الہام کسی احمدی سے سُن لیا اور فوراً مضمون لکھا کہ کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ شخص (حضرت مسیح موعودؑ) حکومت کا باغی ہے۔ اب اِسے یہ الہام بھی ہونے لگا ہے کہ حکومتِ برطانیہ صرف چند سال تک ہی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ فی الواقعہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور جماعت احمدیہ انگریزوں کی قائم کردہ ہے تو آپؑ کو انگریزوں کے خلاف الہامات کیوں ہوئے؟ یہ تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو انگریزوں نے قائم کیا مگر کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ انہی کے خلاف اپنے الہامات شائع کریں اور پھر وہ پورے بھی ہو جائیں۔ آپؑ کو الہام ۱۸۹۳ء میں ہوا اور ۱۹۰۰ء کے بعد سے انگریزوں کی حکومت میں ضُعف و اختلال شروع ہو گیا۔ ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئی اور آہستہ آہستہ کینیڈا، آسٹریلیا اور ہندوستان میں بیداری پیدا ہوئی اور اُنہوں نے آزادی حاصل کر لی۔ پس یہ چیز عقلی طور پر محال ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا جائے۔ اگر آپؑ کو انگریزوں نے قائم کیا تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ آپؑ کو ایسی باتیں سکھاتے جو اُنکی تائید کرنے والی ہوتیں کیونکہ جہاں یہ لوگ سیاست میں بڑھے ہوئے ہیں وہاں یہ مذہبی تعصّب میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ پرنس آف ویلز کا ایک عورت سے تعلق تھا وہ باقاعدہ سب مجلسوں میں آتی تھی وہ بادشاہ کے گھر میں ٹھہرتی تھی۔ دعوتوں اور ناچ گانوں میں شامل ہوتی تھی اور ان محفلوں میں سب وزراء بھی شامل ہوتے تھے لیکن کسی وزیر نے میل جول پر اعتراض نہیں کیا۔ مسٹر بالڈونہ جس نے بعد میں اعتراض کیا وہ کئی دفعہ ان ناچ گانوں میں شامل ہو چکا تھا جس میں یہ عورت پرنس آف ویلز کے ساتھ

شریک تھی ۔ بدقسمتی سے ایڈورڈ ہشتم نے ایک دفعہ آرچ بشپ آف کنٹر بری کی دعوت کی اور اُس عورت کو بھی بُلا لیا۔ آرچ بشپ آف کنٹر بری ناراض ہو گیا اور اس نے بادشاہ سے فوراً استعفیٰ دلوا دیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ انگریز مذہب کے بارہ میں نہایت متعصب واقع ہوئے ہیں اور بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔

برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر اٹیلی کی بہن سخت کٹر پادری تھی جو ابھی فوت ہوئی ہے۔ ہمارے مشن میں بھی وہ آیا کرتی تھی۔ وہ ساؤتھ افریقہ میں بطور مشنری کام کرتی تھی۔ پس انگریز خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ان میں اسلام کے خلاف اور عیسائیت کی تائید میں شدید جذبہ پایا جاتا ہے۔ میں جب انگلستان گیا تو ایک دہریہ ڈاکٹر سے میرا تبادلہ خیالات ہؤا۔ اس سے جب میری گفتگو ہوئی تو اُس نے دو چار فقرات کے بعد ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا۔ میں نے کہا آپ تو دہریہ ہیں۔ اُس نے پھر اعتراض کیا تو میں نے کہا آپ تو دہریہ ہیں لیکن جب اُس نے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو میں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض کر دیا۔ اِس پر وہ کہنے لگا میں مسیح کے متعلق کوئی بات سُننے کیلئے تیار نہیں۔ میں نے کہا اگر تم مسیح کے متعلق کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں تو کیا میں ہی ایسا بے غیرت ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق اعتراضات سنتا چلا جاؤں اور خاموش رہوں۔ غرض برطانیہ کے ایک دہریہ کو بھی عیسائیت سے محبت ہے۔ عیسائیت کی محبت میں برطانیہ اور امریکہ سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور یہ دونوں مُلک جتنا روپیہ مشنوں پر خرچ کر رہے ہیں ہندوستان اور پاکستان کی مشترکہ آمد اس کا چوتھا حصّہ نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی مشترکہ آمد چھ ارب روپیہ یعنی ۶۵ کروڑ پاؤنڈ ہے لیکن برطانیہ اور امریکہ دونوں مشنوں پر جو خرچ کر رہے ہیں وہ ایک ارب پاؤنڈ سالانہ سے زیادہ ہے۔ گویا عیسائی مشنوں کے اخراجات ہندوستان اور پاکستان کی مشترکہ آمد سے بھی زیادہ ہیں اور یہ روپیہ برطانیہ اور امریکہ دیتے ہیں۔ چھوٹے حکام سے لے کر وائسرائے اور بادشاہ تک گرجا میں جاتے ہیں۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ احراریوں کے خیال کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو کھڑا انگریزوں نے کیا مگر اسے کہا یہ کہ تم کہو عیسیٰ مر گیا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہم احمق ہیں انگریز بھی ویسے ہی احمق ہیں جو حکومت اربوں روپیہ عیسائیت کی اشاعت کیلئے خرچ کر رہی ہے۔ جس کی بنیاد ہی مسیح کی اُلوہیت پر ہے، جس کے پادریوں میں اتنی طاقت ہے کہ انکی مخالفت کی وجہ سے ایک بادشاہ بھی استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کیا اُس نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے یہی کہلوانا تھا کہ عیسیٰ مر گیا ہے۔ جس وقت ہم کچھ بھی نہ تھے اُس وقت انگریز اتنا خطرناک حربہ چلا کر پہلے کیا فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ آج تو اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم اتنی قلیل تعداد میں ہیں کہ تم خیال کرتے ہو کہ چاہیں تو ہم سب کو ایک رات میں ہلاک کر دیں۔ پھر وہ کون سی طاقت تھی جس سے انگریز اُس وقت فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا جب ہم موجودہ حالات سے کئی گُنا کمزور تھے۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جب سیالکوٹ میں تقریر ہوئی تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اور ان میں سب سے پیش پیش پیر جماعت علی صاحب تھے۔ ڈھنڈورے پیٹے گئے اور اشتہاروں اور اعلانوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تقریر سننے جائے گا اُس کا نکاح ٹُوٹ جائے گا۔ آپ کی تقریر ایک سرائے میں ہوئی تھی۔ لوگ باوجود اِن فتوؤں کے تقریر سننے کیلئے گئے۔ مولوی اشتہار بانٹتے تھے اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کہتے تھے کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو لوگ یہ کہہ کر آگے چلے جاتے کہ نکاح کا کیا ہے نکاح تو پھر دوبارہ کسی مولوی کو سوا روپیہ دے کر پڑھا لیں گے لیکن مرزا صاحب شاید دوبارہ یہاں نہ آئیں۔ جب تقریر شروع ہوئی تو بعض لوگوں نے شور مچا دیا۔ اُن دنوں سیالکوٹ میں ایک انگریز لیفٹیننٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا جس کا نام Belti تھا وہ دیوار پر چڑھ گیا اور اُس نے کہا مسلمانو! تم بہت بے وقوف ہو یہ ہمارے خدا کو مار رہا ہے لیکن مَیں خاموش کھڑا تقریر سُن رہا ہوں اور تمہارے مذہب کو جِلا رہا ہوں اور تم شور مچا رہے ہو۔ مثل مشہور ہے کہ ''میں نے کیا تیری ماں ماری ہے'' ہم نے عیسائیوں کا خدا مار دیا لیکن پھر ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور یہ لوگ ان کے خدا کو زندہ آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں اور پھر بھی انکے مخالف ہیں مَاشَآءَ اللّٰہ کتنی عقل کی بات ہے۔

مَیں بتا چُکا ہوں کہ یہ بات عقلی طور پر محال ہے کہ ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جا سکے۔ اب مَیں واقعاتی مثالیں لیتا ہوں۔ اگر احمدیوں کو فِی الواقعہ انگریزوں نے قائم کیا ہوتا تو ضروری تھا کہ پادری لوگ جو واقعہ میں عیسائیت کے ایجنٹ ہیں اور جن کی وجہ سے عیسائیت ہر مُلک میں پھیل رہی ہے وہ ان کے دوست ہوتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہؤا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وہ پادری ہی تھے۔ امرتسر میں پادری رلیارام کا ایک مشہور پریس تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ جب بھی کوئی مضمون چھپوایا کرتے تو اِسی پریس سے چھپوایا کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مسودہ چھپنے کیلئے بھجوایا اور مسودہ کے ساتھ ایک خط بھی بھیج دیا جس میں طباعت کے متعلق ہدایات درج تھیں۔ اُس وقت مسودہ میں کوئی دوسرا کاغذ بھیجنا سرکاری جُرم تھا۔ اب تو صرف اتنا قانون ہے کہ وہ چِٹھی بیرنگ ہو جاتی ہے لیکن اُن دنوں یہ بڑا جُرم سمجھا جاتا تھا۔ آپؑ رلیارام کے کسٹومر (CUSTUMER) تھے اور دُکاندار اپنے گاہک سے کوئی بُرا سلوک نہیں کرتا لیکن رلیارام نے ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات کی مدد سے آپؑ پر مقدمہ چلا دیا۔ مقدمہ میں خود سپرنٹنڈنٹ پیش ہؤا۔ وکیل نے آپؑ سے دریافت کیا کہ آپؑ نے مسودہ میں ایک دوسرا رُقعہ ڈالا ہے یا نہیں؟ آپؑ نے کہا ہاں میں نے مسودہ کے ساتھ ایک اَور رُقعہ بھی بھیجا تھا۔ آپؑ کی اِس سچائی کا مجسٹریٹ پر نہایت گہرا اثر ہؤا۔ سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات نے بہتیرا زور لگایا کہ آپؑ کو کسی طرح سزا ہو جائے لیکن مجسٹریٹ نے کہا نہیں۔ سچ بولنے والے کو سزا نہیں دے سکتا اور اُس نے آپؑ کو بری کر دیا۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی سب سے پہلے عیسائی پادریوں نے ہی مخالفت کی۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ کا مشہور مخالف پادری ٹھاکر داس تھا۔ اس نے اسلام اور احمدیت کے خلاف ''ریویو براہین احمدیہ''، ''ازالۃ المزارقادیانی''، ''ذنوب محمدیہ'' اور ''انجیل یا قرآن'' چار کتابیں لکھی ہیں۔ پھر پادری ایس پی جیکب (S.P. Jacob) تھا اُس نے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ''مسیح موعودؑ'' تھا۔ ڈاکٹر گرس وولڈ

(THE REV. H.D. GRISWOLD, PH.D) نے ’’مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ پھر مشہور پادریوں فتح مسیح، وارث مسیح، محی الدین، سراج الدین، عبداللہ آتھم اور ہنری مارٹن کلارک نے آپ کی مخالفت کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ عبداللہ آتھم سرکاری ملازم تھا اور ڈپٹی کے عُہدہ پر فائز تھا۔ اگر انگریزوں نے ہی حضرت مسیح موعودؑ کو کھڑا کیا تھا تو کیا اُنہوں نے اپنے ایک اعلیٰ افسر سے کہنا تھا کہ وہ آپکی مخالفت کرے پھر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے آپؑ پر مقدمہ چلایا۔ امرتسر کے ڈی سی اے ای مارٹینو نے آپ کے نام خلافِ قاعدہ وارنٹ گرفتاری جاری کیا یہ ایجنٹوں والا سلوک تھا جو آپ سے کیا گیا؟ پھر قادیان جانے والے ہر احمدی کا نام نوٹ کیا جاتا تھا۔ کیا یہ اس بات کی علامت ہے کہ احمدیت انگریزوں کی قائم کی ہوئی ہے؟ ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ ابھی وہ احمدی نہیں ہوئے تھے کہ وہ ڈی سی جالندھر کو کسی کام کے سلسلہ میں ملنے کیلئے گئے۔ اُس نے کہا مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنے باپ والا عقیدہ نہیں رکھتے۔ مرزا صاحب گو احمدی نہیں تھے لیکن ان میں غیرت پائی جاتی تھی۔ انہوں نے ڈی سی کو کہا۔ کون حرام زادہ ہے جس نے مجھے حرامزادہ قرار دیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو حرامزادہ کس نے کہا ہے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا جو شخص اپنے باپ کا مخالف ہوتا ہے وہ حرام زادہ ہوتا ہے اِس پر اُس نے معذرت کی کہ مُجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔

عیسائیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی اتنی مخالفت پائی جاتی تھی کہ ایک عیسائی ڈی سی مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنے باپ کی جماعت میں شامل نہ ہونے پر مبارک باد دیتا ہے۔ قادیان جانے والوں پر پہرہ اُس وقت تک قائم رہا جب تک آپؑ کی وفات سے دو سال قبل پیش نہ آیا۔ اُس نے یہ سوال اُٹھایا کہ یہ پہرہ کیوں ہے؟ جب اِس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے حکومت کے خلاف کوئی اقدام کیا ہو۔ وہ ایک مذہبی آدمی ہیں پھر یونہی اِتنے آدمی رستوں پر کیوں بٹھائے گئے ہیں اور اتنا روپیہ کیوں خرچ کیا جارہا ہے؟ چنانچہ اُس کے آنے پر خفیہ پولیس کی ڈائریوں کا سلسلہ ختم ہؤا۔ اگر ہم

انگریزوں کے ایجنٹ ہوتے تو ہنری مارٹن کلارک ہماری مدد کرتا لیکن اس نے ہماری مخالفت کی اور اس کی تائید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا مَیں بھی یہی کہوں گا کہ مرزا صاحب نے مسمّی عبدالحمید کو آپ کے قتل کیلئے بھیجا تھا۔

سرڈگلس جب گورداسپور آیا تو پادری نے اسے بار بار کہا کہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) ہمارے دین کی ہتک کرتا ہے اِسے کسی نہ کسی طرح ضرور سزا ملنی چاہئے۔ مسٹر ڈگلس اب بھی زندہ ہے۔ اسکی عمر ۸۰ سال ہے اور ہمارے لندن مشن میں آتا رہتا ہے۔ امرتسر کے ڈسی اے ای مارٹینو نے اُسے لکھا کہ میں نے غلطی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے ہیں مَیں اس معاملہ کو آپ پر چھوڑتا ہوں۔ آپ چاہیں تو انہیں گرفتار کر لیں اور چاہیں تو نہ کریں۔ انگریز آفیسر عموماً اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیتے ہیں۔ اُس نے دوسرے افسروں کو بُلا کر مشورہ لیا۔ مسلمان افسروں نے کہا مرزا غلام احمد صاحب مذہبی آدمی ہیں اور ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یہ مناسب نہیں کہ ان کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا جائے۔ اگر اُنہیں بلانا ضروری ہے تو کوئی آدمی بھیج کر اُنہیں بُلا لیا جائے۔ اُس نے یہ مشورہ مان لیا اور پولیس کے ایک افسر جلال الدین کو قادیان بھیجا تا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو بُلا لائے۔ جب آپ عدالت میں پیش ہوئے تو آپؑ کو دیکھتے ہی اُس کے دل کی کایا پلٹ گئی اور اُس نے عدالت کے چبوترے پر کُرسی بچھا کر آپؑ کو بٹھایا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو اِس بات کے حریص تھے کہ آپؑ کو ہتھکڑی لگی ہوئی دیکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مقدمہ کرنے والا انگریز ہے فیصلہ کرنے والا انگریز ہے اور میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ بطور گواہ جا رہا ہوں اب تو مرزا صاحب کو ضرور پھانسی کی سزا ہوگی۔ وہ اُس دن ایک بڑا جُبّہ پہن کر عالمانہ شان میں آئے اور سمجھتے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہوں گی اور میں انہیں دیکھ کر مسکراؤں گا۔ مگر جب عدالت میں آئے تو حضرت مسیح موعودؑ کو بجائے ہتھکڑی لگنے کے اعزاز کے ساتھ مجسٹریٹ کے پاس کُرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مولوی صاحب آپ کا یہ اعزاز دیکھ کر جل گئے۔ (یہ مولوی جو

عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے کیلئے عدالت میں آیا تھا اُسے تو انگریزوں کا دُشمن کہا جاتا ہے اور مرزا صاحب جن پر انگریزوں نے قتل کا مقدمہ کھڑا کیا تھا اُنہیں انگریزوں کا دوست قرار دیا جاتا ہے۔ کیا کوئی عقل اِسے مان سکتی ہے؟) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عدالت میں آتے ہی جھٹ آگے بڑھ کر مجسٹریٹ سے کہا مجھے بھی کُرسی دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر حیران ہؤا کہ کیا یہ ملاقات کا کمرہ ہے کہ کُرسی مانگی جا رہی ہے۔ اُس نے کہا تم کون ہو؟ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا میں اہلِ حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور مشہور مولوی ہوں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا تم گواہی دینے آئے ہو ملاقات کرنے نہیں آئے۔ پھر کُرسی کا مطالبہ کیسا؟ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا اگر عدالت میں مجھے کُرسی نہیں مل سکتی تو مرزا صاحب کو کیوں کُرسی دی گئی ہے؟ ڈپٹی کمشنر نے کہا ان کا نام خاندانی کُرسی نشینوں میں ہے مولوی صاحب نے کہا مجھے بھی کُرسی ملتی ہے اور میرے باپ کو بھی کُرسی ملتی تھی۔ مَیں جب لاٹ صاحب کو ملنے جاتا ہوں تو وہ مجھے کُرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا ''بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا یہ سنتے ہی اردلی آیا اور اُس نے مولوی صاحب کو کمرہ سے باہر کر دیا۔ مولوی صاحب وہاں سے نکلے تو خیال کیا کہ اگر یہ بات باہر نکل گئی تو بدنامی ہوگی اِس لئے اندر کے معاملہ کی چشم پوشی کے لئے ایک کُرسی پر جو باہر برآمدہ میں پڑی تھی اُس پر بیٹھ گئے۔ اردلیوں کو یہ معلوم ہو چُکا تھا کہ کُرسی کی درخواست پر اسے جھاڑ پڑی ہے۔ اُنہوں نے خیال کیا ایسا نہ ہو کہ مولوی صاحب کو یہاں بیٹھے دیکھ کر صاحب ہم پر ناراض ہو۔ اُنہوں نے اُس کُرسی پر سے بھی انہیں جھڑک کر اُٹھا دیا۔ مولوی صاحب وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ عدالت کے باہر ہزاروں آدمی فیصلہ کا اعلان سُننے کے لئے کھڑے تھے۔ اُن میں سے بعض تو یہ دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا! اسلام کے پہلوان کو عیسائیوں کی طرف سے دائر شُدہ مقدمہ میں بَری کر دے اور کچھ لوگ مخالفت کی وجہ سے وہاں جمع تھے تا جب حضرت مسیح موعودؑ سزا پا کر باہر نکلیں تو وہ خوشی کے شادیانے بجائیں۔ اِن لوگوں میں سے بعض تو زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ چادریں بچھا کر اُن پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے اپنی سُبکی کو

چُھپانے کیلئے مناسب سمجھا کہ کسی چادر پر ہی بیٹھ جائیں تا کہ باہر کے لوگ یہ کہیں کہ انہیں اندر بھی کُرسی ملی ہوگی۔ انہوں نے ایک چادر کا کنارہ کھینچا اور اُس پر بیٹھ گئے لیکن اُن کا بیٹھنا ہی تھا کہ چادر کے مالک نے کہا۔ اُٹھ اُٹھ! تُو نے میری چادر پلید کر دی ہے مسلمان ہوکر اسلام کے ایک سپاہی کے خلاف عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔ الغرض عیسائیوں کی مخالفت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی لیکن پھر بھی ہم تو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور یہ ان کے مخالف۔ یہ مربعوں کی درخواستیں دیں اور ملازمتیں حاصل کرنے کیلئے انگریزوں کی خوشامدیں کرتے پھریں تو پھر بھی انگریزوں کے مخالف ہیں لیکن ہم جن پر انگریزوں نے مقدمات کئے ان کے ایجنٹ ہیں۔ غرض جتنے انگریز افسر آئے وہ سارے کے سارے ہمارے خلاف رہے۔ صرف میرے زمانہ میں ایڈوائر پر یہ اثر ہوا کہ احمدیوں سے جو برتاؤ کیا جارہا ہے وہ کسی غلط فہمی کی بناء پر ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیں عزت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ میاں عزیز احمد صاحب کو نوکری نہیں ملتی تھی۔ بعض لوگوں نے انہیں کہا اپنے بھائی سے کہو وہ ایڈوائر کو کہہ دیں اور آپ کو کوئی نوکری مل جائے۔ ایڈوائر ہر مجلس میں یہ کہتا تھا کہ احمدیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے وہ درست نہیں۔ لیکن ایمرسن کے زمانہ میں پھر سارے حکام ہمارے خلاف ہو گئے جو جنکنسن تک جاری رہے۔ آخر یہ تو بتاؤ وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جاتا ہے احرار کہتے ہیں ہم انگریزوں کے دُشمن ہیں اور احمدی ان کے دوست ہیں کیا یہ ہماری انگریز دوستی کی علامت ہے کہ ۱۹۳۴ء میں کریمینل لاء امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت مجھے نوٹس دیا گیا کہ احمدی ان دنوں قادیان میں نہ آئیں اور یہ نوٹس مجھے گیارہ بجے رات کو دیا گیا۔ اور پھر چار پانچ سَو پولیس افسر دو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک ڈپٹی کمشنر اس لئے قادیان بھیجے گئے تا کہ تلواروں کی نوکوں کے نیچے مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری تقریریں کریں۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ کیا یہ کہ انگریز احمدیوں کا دوست تھا یا احرار کا؟ پھر جب لاہور میں مسجد شہید گنج کو گرایا گیا اُس وقت گورنر کے اے ڈے سی کے نام برابر یہ فون آتے تھے کہ خبردار! احرار کو تکلیف نہ ہو۔ کیا یہ ہماری انگریز دوستی اور انکی انگریز دُشمنی

کی علامت ہے؟

پھر احرار کہتے ہیں کہ کشمیر کے معاملہ میں احمدیوں نے مُلک سے غداری کی ہے چنانچہ لاہور میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سردار آفتاب احمد خاں صاحب جنرل سیکرٹری مسلم کشمیر کانفرنس نے کہا احمدیوں نے غداری کے طور پر کشمیر کے محاذ پر فرقان فورس بھیجی ہے۔ یہ لوگ خفیہ خبریں ہندوستان تک پہنچاتے ہیں اور دُشمن کے ہوائی جہاز ان سے فائدہ اُٹھا کر پاکستانی فوج کی پوزیشنوں پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ بیان پنجاب کے مشہور اخبارات میں چھپا۔ ہم نے اِس کے خلاف حکومت کے پاس شکایت کی کہ ہم تو مُلک کی خدمت کر رہے ہیں اور اِس خدمت کا ہمیں یہ صلہ ملا ہے کہ ہمیں قوم کا غدار کہا جا رہا ہے۔ اگر ہم واقعی غدار ہیں تو آپ نے ہمیں دو سال تک محاذ پر کیوں بٹھائے رکھا۔ اگر ہم غدار تھے اور سزا کے مستحق تھے تو کیوں قوم نے ہمیں گولیوں کا مستحق نہ بنا دیا؟ اگر اس نے ہمیں نہیں مارا تو یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہم مُلک کے غدار نہیں۔ چنانچہ تحقیقات ہوئی اور حکومت کی طرف سے سردار آفتاب احمد صاحب کو کہا گیا کہ وہ اپنے اس بیان کی تردید کرے، کشمیر منسٹری کی طرف سے ایک مسودہ تیار کیا گیا اور وہ کراچی بھیجا گیا کہ سردار صاحب ان الفاظ میں اپنے بیان کی تردید کریں گے لیکن ہؤا کیا؟ سردار آفتاب احمد صاحب کا بیان تو مُلک کے کئی مشہور اخبارات میں شائع ہؤا لیکن اِسکی تردید راولپنڈی کے ایک قلیلُ الاشاعت اخبار ''تعمیر مؤرخہ ۸/جون ۱۹۵۰ء میں کی گئی اور وہ بھی اُن الفاظ میں نہیں کی گئی جن الفاظ میں تردید کرنے کے متعلق حکومت کو اطلاع دی گئی تھی جو مسودہ کراچی بھیجا گیا وہ یہ ہے:

> ''گزشتہ دنوں اپنی ایک تقریر میں مَیں نے فرقان بٹالین کے کام اور رویہ کے متعلق نکتہ چینی کی تھی جس کا اقتباس ایک اخبار میں شائع ہو گیا۔ جب میری توجہ اِس جانب دلائی گئی اور میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہؤا کہ جن اطلاعات کی بناء پر میں نے اعتراضات کئے تھے وہ صحیح نہیں تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ غلطی ان رضا کاروں میں سے بعض

کی دل شکنی کا موجب ہوئی جنہوں نے جہاد کشمیر میں حصّہ لیا۔
ہم ان تمام اصحاب کی خدمات کے دل سے معترف ہیں جنہوں نے کشمیر کی جنگِ آزادی میں جانی و مالی قربانیاں دیں۔ اور ظلم و استبداد کے خلاف ہمارے شانہ بہ شانہ نبرد آزما ہوئے۔
مَیں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ حقیقتِ حال معلوم ہونے پر میں اپنی غلطی کا اعتراف کروں اور اِس کیلئے اظہار افسوس کروں''

آفتاب احمد خان

۸ر جون ۱۹۵۰ء

لیکن عملی طور پر جن الفاظ میں تردید کی گئی وہ یہ ہیں:-

''چند یوم ہوئے میں نے فرقان بٹالین کے بارہ میں اظہار خیال کیا تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اِس بارہ میں میری اطلاع تمام کی تمام درست نہ تھی۔
جہاد کشمیر میں ہر شخص اور ہر گروہ نے بزعم خویش اپنی توفیق، ہمت اور اعتقادات کے مطابق پوری سرگرمی سے حصّہ لیا ہے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے اس سلسلہ میں اپنا مخصوص جماعتی اور مذہبی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ ہم جہاد کشمیر میں دیانت اور اخلاص سے حصّہ لینے والے سب کے شکر گزار ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو سچے طور پر خدمتِ اسلام بجالانے کی توفیق اور ہدایت عطا کرے اور ہمیں خاتم النّبیین حضور سرور کائنات، فخر موجودات کی اطاعت پر پورے طور پر قائم رکھے۔

آفتاب احمد''

(اخبار روزنامہ تعمیر راولپنڈی مؤرخہ ۸ر جون ۱۹۵۰ء زیر عنوان ''شکریہ'')

لیکن جب وہ وقت گزر گیا تو پھر سردار آفتاب احمد خاں نے دوبارہ وہی اعتراض

شائع کر دیا حالانکہ اُس وقت انہوں نے مان لیا تھا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ مگر اُن کو جھوٹا ثابت کرنے کے خدا تعالیٰ نے اور سامان پیدا کر دیئے۔ سر ڈکسن آ گئے اور یہ ضرورت پیش آئی کہ والنٹیئر فوجیں پیچھے ہٹالی جائیں۔ گورنمنٹ ایسا کرنے کا وعدہ کر چکی تھی چنانچہ فرقان فورس کو بھی ڈس بینڈ (DISBAND) کر دیا گیا۔ وہ فوج جس کے متعلق سردار آفتاب احمد صاحب اور احراری کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے ایجنٹ تھے اور اُنکی وجہ سے حکومت پاکستان کو بہت نقصان ہؤا۔ اُس کے متعلق پاکستانی فوج کا کمانڈر انچیف یہ اعلان کرتا ہے۔ یعنی:-

"کشمیر کی جنگِ آزادی میں لڑنے کیلئے جون ۱۹۴۸ء میں ایک والنٹیئر فوج مہیا کرنے کی تمہاری پیشکش شکریہ کے ساتھ منظور کی گئی اور فرقان فورس ظہور میں آئی۔ تھوڑے ہی عرصہ کی ٹریننگ کے بعد ۱۹۴۸ء کے موسمِ گرما میں تم عملی طور پر میدانِ جنگ میں جانے کیلئے تیار ہو گئے اور ستمبر ۱۹۴۸ء میں تمہیں مالف (MALF) کمان کے ماتحت کر دیا گیا۔

تمہاری بٹالین تمام کی تمام والنٹیئروں پر مشتمل تھی جو ہر قسم کے پیشوں سے آئے تھے۔ تم میں نوجوان کسان بھی تھے، تم میں طالب علم بھی تھے، استاد بھی تھے، ہنر مند لوگ بھی تھے اور یہ سارے کے سارے مُلکی خدمت کی روح سے بھرے ہوئے تھے۔ تم نے اپنی خدمت کے بدلہ میں کوئی عوضانہ اور شُہرت نہ چاہی۔ تمہارا کام نہایت شریفانہ تھا۔ تم سب نے اپنے اِس جذبہ سے کام سیکھا، ہم سب کو متأثر کیا اور جس جوش کے ساتھ تم آئے تھے اُس نے بھی ہمیں بہت متأثر کیا۔ ہر نئی فوج کیلئے جو مشکلات ہوتی ہیں تم نے جلد سے جلد ان پر قابو پالیا۔

کشمیر میں بہت ہی اہم علاقہ تمہارے سپرد کیا گیا تھا اور تم نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ تم پر جو اعتبار کیا گیا تھا وہ درست تھا اور تم نے

نہایت بہادری کے ساتھ دُشمن کے خلاف اپنے فرض کو ادا کیا۔ تم پر زمین سے بھی دُشمن حملہ کر رہا تھا اور آسمان سے بھی لیکن دو سال کے عرصہ میں تم نے ایک انچ زمین بھی اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دی۔

تمہارا شریفانہ رویہ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اور تمہارا نظم اعلیٰ درجہ کا تھا۔ چونکہ اب تمہارا کام ختم ہو چُکا ہے اور بٹالین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں کو چلی جائے میں چاہتا ہوں کہ اِس موقع پر تم میں سے ہر ایک کا اُس خدمت کی وجہ سے جو اُس نے پاکستان کی کی۔ شکریہ ادا کروں۔ خدا حافظ۔''

یہ وہ اعلان ہے جو پاکستانی افواج کے کمانڈر اِنچیف نے کیا اور احراری اب تک دُہرا رہے ہیں کہ احمدیوں نے کشمیر کی جنگِ آزادی میں مُلک سے غداری کی۔ اور وہ سردار آفتاب احمد جس نے حکومت کے حکم کے ماتحت اپنے بیان کی تردید کی تھی اب پھر وہی اعتراض کرتے ہیں۔ حکومت ہماری خدمات سے کس طرح متأثر تھی اِس کا اندازہ ایک اور اعلیٰ افسر کے بیان سے بھی لگ سکتا ہے وہ کہتا ہے کہ فرقان فورس پر غداری کا الزام لگایا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا علم ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ فرقان فورس نے نہایت ہی شاندار خدمات سرانجام دی ہیں اور ان خدمات کے عوض میں ہم سے کسی چیز کی بھی خواہش نہیں کی۔ پھر اس سے بھی ایک اعلیٰ افسر لکھتا ہے کہ کوئی شخص کمانڈر اِنچیف کے خلاف بات نہیں کر سکتا۔ وہ اِس بارہ میں زیادہ تجربہ کار ہیں لیکن مَیں ذاتی علم کی بناء پر بھی کہہ سکتا ہوں کہ سوائے تعریف کے میں نے فرقان فورس کے خلاف کچھ نہیں سُنا۔ مجھے افسوس ہے کہ سردار آفتاب احمد نے جو بیان شائع کیا ہے وہ نہایت ہی غیر شریفانہ ہے۔

یہ تو اعلیٰ افسروں اور اُس ڈیپارٹمنٹ کی رائے ہے جس کے ماتحت فرقان فورس کام کر رہی تھی۔ پھر کمانڈر اِنچیف کا بیان ہے جس کو صرف غیر جانبدار اخباروں نے شائع کیا ہے ہمارے دُشمنوں نے شائع نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ کشمیر کے ساتھ پاکستان کے عوام کو

خاصی دلچسپی ہے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے کشمیر کے معاملہ میں مخالف رویہ اختیار کیا ہے تو لوگ اس کے خلاف بھڑک اُٹھیں گے اِسی وجہ سے ہماری مخالفت کی جاتی ہے اور یہ سب کام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ دیانتدار کہلاتے ہیں۔ ہمارے جلسہ پر سینکڑوں غیر احمدی احباب بھی آتے ہیں میں اُنہیں کہوں گا کہ اِس قدر افتراء کرنے والے مولوی اگر حکومت میں برسرِ اقتدار آ گئے تو تم دنیا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ اتنے بے ایمان لوگ اگر تمہارے لیڈر بن گئے تو تمہاری خیر نہیں۔

اسی طرح سے احرار نے عوام کو بھڑکانے کیلئے یہ جھوٹا الزام تراشا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے باؤنڈری کمیشن کے موقع پر مُلک سے غداری کی۔ چنانچہ ''آزاد'' ۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء لکھتا ہے:

> ''اگلے دن سکھوں نے اپنا کیس پیش کیا کہ ننکانہ ہماری زیارت گاہ ہے اُسے کُھلا شہر قرار دیا جائے۔ ہمارے ظفر اللہ صاحب بھی آن موجود ہوئے کہ آج میں پھر پیش ہونا چاہتا ہوں مجھے بھی اجازت دی جائے۔آج میں نے مسلمانوں کا کیس پیش نہیں کرنا بلکہ جماعت احمدیہ کا کیس سکھوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ہے تاکہ قادیان بھی کُھلا شہر قرار دیا جائے۔سنتیلو اڈ نے اعتراض کیا کہ اِس نام کی کوئی اقلّیت مُلک میں موجود نہیں۔ظفر اللہ نے کہا ہم اقلیت ہیں ہم تمام مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔''[۴]

یہ آزاد اخبار کا بیان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شریعت کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ ختمِ نبوت کے محافظ کہلاتے ہیں جن کا لیڈر یہ کہا کرتا ہے کہ میں آل رسول ہوں اِس جھوٹ کے بعد اِنہیں پتہ لگا کہ احمدیوں کی طرف سے میمورنڈم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے پیش ہی نہیں کیا بلکہ شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا تھا۔ اِس پر سِول اینڈ ملٹری گزٹ میں انہوں نے یہ نوٹ شائع کر دیا کہ:-

> ''شیخ بشیر احمد نے جو لاہور کی جماعت احمدیہ کے امیر ہیں

باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی جماعت کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ضلع گورداسپور جو اُس وقت تک ۳/ مارچ ۱۹۴۷ء کی ابتدائی سکیم کے مطابق پاکستان کا حصّہ تھا ضرور اِس سے علیحدہ کر دیا جائے اور قادیانیوں کی ایک علیحدہ اور آزاد ریاست بنا دی جائے۔ اس نے اپنے دعویٰ کی بنیاد اس بات پر رکھی تھی کہ چونکہ قادیانی مسلمانوں کا حصّہ نہیں ہیں اس لئے ان کو علیحدہ وحدت تسلیم کیا جائے'' [۵]

ظاہر ہے کہ اِس چیز کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ جن لوگوں کو واقعات کا صحیح علم نہیں وہ کہیں گے آخر مولوی بالکل جھوٹ تو نہیں بولتے کچھ نہ کچھ تو اس نے ضرور کہا ہوگا۔ مگر بعد میں انہیں پتہ لگا کہ یہ بات غلط ثابت نہیں ہوسکتی اس پر انہوں نے دوسری طرف رُخ بدلا اور کہا:

''جب تین مارچ ۱۹۴۷ء کے بیان میں ضلع گورداسپور کے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ ہو چُکا تھا اور جب وہ مسلم اکثریت کا ضلع تسلیم کر لیا گیا تھا اور جب قادیان بھی اِس ضلع میں شامل تھا اور اِسی طرح قادیان کو پاکستان میں شامل ہونا تھا تو پھر آپ کو کیا ضروت محسوس ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت سے علیحدہ اپنا محضر پیش کرتے اور آپ کے اِس جواب کے کیا معنے کہ ہم نے محضر اِس لئے پیش کیا تھا کہ قادیان پاکستان میں شامل ہو جائے جبکہ اس کا پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ ایک عرصہ پہلے ہی ہو چُکا تھا اور جب اِس فیصلہ پر ہندوستان کو بھی اعتراض نہ تھا۔ ہم الفضل اور ان کے وکیل شیخ بشیر احمد کو چیلنج کرتے ہیں کہ اِس محضر کو جو آپ نے مسلمانوں سے جُدا جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا تھا من وعن شائع کرو۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ کو معلوم ہو سکے کہ تم نے ہم سے جُدا کیا بات چیت کی تھی اور ۳/ مارچ کے واضح بیان کے بعد گورداسپور ہم

سے کیوں چھن گیا؟'' [6]

یہ وہ الزامات ہیں جو عام مسلمانوں کو بھڑکانے کیلئے احمدیوں پر لگائے گئے اور یہ صاف بات ہے کہ اگر عوام کو یہ پتہ لگ جائے کہ احمدیوں نے ضلع گورداسپور کو جُدا کرنے کیلئے کوشش کی اور جو خون ریزی ہوئی ہے وہ محض احمدیوں کی وجہ سے ہوئی ہے تو لازماً ان کے اندر جوش پیدا ہوگا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے متعلق جب یہ بات کہی گئی کہ انہوں نے گورداسپور کو پاکستان سے علیحدہ کرانے کی کوشش کی تو چونکہ وہ حکومت کے رُکن ہیں اِس لئے حکومت مجبور ہوئی کہ وہ اِسکی تردید کرے چنانچہ حکومت نے اعلان شائع کیا کہ:

''یہ کہا گیا ہے کہ جولائی ۱۹۴۹ء میں باؤنڈری کمیشن کے رُوبرو آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (موجودہ وزیر خارجہ پاکستان) نے مسلم لیگ کی طرف سے کیس پیش کرتے ہوئے اِس بات پر اِصرار کیا کہ انہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور پھر بحث کے دوران میں انہوں نے کمیشن سے کہا کہ ''قادیان'' کو کُھلا شہر قرار دیا جائے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دوران بحث میں اِس بات پر زور دیا کہ احمدیہ جماعت عام مسلمانوں سے ایک علیحدہ امتیازی حیثیت کی مالک ہے پھر اِن مفروضہ بیانات کی بناء پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ آنریبل چوہدری صاحب کی اس بحث نے کہ جماعت احمدیہ ایک علیحدہ فرقہ ہے گورداسپور کے مسلمانوں کی عام آبادی کے تناسب کو کم کر دیا اور کمیشن نے اِس جماعت کی علیحدہ حیثیت کی وجہ سے گورداسپور کے مسلم اکثریت والے ضلع کو مسلم اقلّیت کا ضلع قرار دے کر پاکستان کی حدود سے نکال دیا۔ ایوارڈ کی رُو سے اِسے پاکستان میں شامل ہونا چاہئے تھا۔

حکومت کو یہ اعتراضات سُن کر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے

کیونکہ اِسے پہلے ہی یہ علم تھا کہ اِن اعتراضات میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ اصل واقعات کے بالکل خلاف ہیں لیکن اِس کے باوجود حکومت نے اِن اعتراضات کی پوری پوری تحقیقات کی جس نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ الزامات اور اعتراضات کُلیۃً بے بنیاد، خلافِ واقعہ اور جھوٹے ہیں۔

آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ہرگز جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش نہیں ہوئے نہ آپ نے اُنکی طرف سے کسی کیس کی وکالت کی اور نہ انہوں نے کبھی بحث کے دَوران میں وہ باتیں کہیں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔''

جب گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو احراریوں کو لگے پِسّو پڑنے کہ جو حکومت سُنیوں کی تھی جب وہ بھی کہہ رہی ہے کہ مولوی جھوٹے ہیں تو کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا رُخ بدلا۔ اب دیکھیئے کیا ہی نرم الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے۔ آزاد لکھتا ہے:

''برسبیلِ تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سرظفر اللہ کا نام بھی آتا رہا لیکن اصل مبحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ سرظفر اللہ کی ذات'' [۷]

اب ذرا اِس کو پہلے بیان کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ کیا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا نام ضمناً آتا رہا ہے؟ پہلے کہا تھا ''ہمارے ظفر اللہ بھی آن موجود ہوئے کہ آج میں پھر پیش ہونا چاہتا ہوں'' مگر احرار کے نزدیک یہ واقعات کا ذکر نہیں صرف خطابت اور تقریر کی روانی کا جوش ہے۔ پھر کہا تھا۔'' آج میں نے مسلمانوں کا کیس پیش نہیں کرنا بلکہ جماعت احمدیہ کا کیس سکھوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ہے'' یہ بھی جوش خطابت ہے اور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کا ذکر ضمناً آ رہا ہے۔ دراصل مخاطب جماعت احمدیہ ہے۔ گویا ظفر اللہ اصطلاح ہے اور مراد اِس سے جماعت احمدیہ ہے۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے بولا۔ پہلے کہا چوہدری ظفر اللہ خاں نے یوں کہا پھر وہی مولوی کہتے ہیں ظفر اللہ کا

کون کم بخت نام لیتا ہے وہ تو یوں ہی پاس سے گزرے تھے اور ان کا نام آ گیا۔ اس کے بعد آزاد نے مندرجہ ذیل مضمون لکھا جو مَیں سارا سُناتا ہوں۔ پہلے میں نے تھوڑا سا سُنایا تھا۔

''حکومت نے اِس بیان سے عوام کو جہلِ مرکّب میں ڈالنے اور غلط فہمی میں مُبتلا کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ انتہائی مذموم ہے (اس لئے کہ مولوی صاحبان کے جھوٹ کو ظاہر کیا گیا ہے اور ایسا کرنا سخت غلطی ہے) اِس بیان کا مقصد محض قادیانی جماعت پر عائد شُدہ الزامات کو سر ظفر اللہ پر منطبق کر کے عوام کے ذہنوں سے اُس اثر اور دلوں سے اُن تأثرات کو دُور کرنا ہے جو کہ مرزائی جماعت کے متعلق اُن کے دلوں میں موجود ہیں...... بر سبیلِ تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سر ظفر اللہ کا نام بھی آتا رہا لیکن اصل مبحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ سر ظفر اللہ کی ذات''

(حالانکہ دیکھ لو اِس میں سارا الزام چوہدری ظفر اللہ خاں پر ہی لگایا گیا ہے جماعت کا تو یہاں نام ہی نہیں)

پھر لکھا ہے:

''ہمارا الزام سر ظفر اللہ کی ذات پر نہیں بلکہ قادیانی جماعت پر ہے (گویا جہاں ہم نے ظفر اللہ کہا ہے وہاں قادیانی جماعت سمجھو) وہ جماعت کہ سر ظفر اللہ جس کا نفسِ ناطقہ ہے (یعنی ہم نے خلاصۃً جماعت احمدیہ نہیں لکھا ظفر اللہ لکھ دیا ہے) اور وہ الزام یہ نہیں کہ گورداسپور کیوں گیا (یہاں گورداسپور کا سوال ہی نہیں) بلکہ وہ الزام یہ ہے کہ جب مسلم لیگ تمام مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی تو مرزائیوں نے مسلم لیگ کے نمائندے سے الگ اپنا وکیل کیوں پیش کیا اور جب انتخابات کے ذریعہ یہ فیصلہ ہو چُکا تھا کہ حقِ نمائندگی صرف

مسلم لیگ کو ہی حاصل ہے تو مرزائی وکیل کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ کہنے کا کیا حق تھا کہ ''قادیان بَیْنَ الاُقوامی یونٹ بن چُکا ہے اور اسے حق ہے کہ ہندوستان میں رہے یا پاکستان میں'' اور یہ سب کچھ اُس وقت کیا گیا جب سر ظفر اللہ مسلم لیگ کے نمائندہ کی حیثیت سے موجود تھے اور جب تمام مسلمان اُنہیں اپنا نمائندہ تسلیم کرتے تھے۔ اُنہوں نے بشیر احمد کو جُدا پیش ہونے سے کیوں نہ روکا اور کیوں قادیانیوں کی جُدا پیشی کے خلاف احتجاج نہ کیا۔ اصل بات، اصل مسئلہ، اصل ملزم، اصل مجرم قادیانی جماعت ہے کہ جس نے جُدا نمائندہ اور الگ محضر پیش کیا اور مسلم لیگ کو نمائندہ تسلیم کرنے سے عملاً انکار کر دیا۔ حکومت نے سر ظفر اللہ کے متعلق تحقیقات تو فرمائی اور اِس کی تردید بھی کی تاکہ کسی طرح قادیانی جماعت کا چہرہ دُھل سکے کیا حکومتِ پاکستان اِس بات کی تحقیقات کو بھی تیار ہے کہ قادیانی جماعت نے وزارتی کمیشن سے کیا مطالبہ کیا تھا اور باؤنڈری کمیشن کے سامنے کیا بحث کی تھی؟''[۸]

اِس بیان میں مندرجہ ذیل دعوے کئے گئے ہیں اوّل حکومت نے اس بیان سے عوام کو جہلِ مرکّب میں ڈالنے اور غلط فہمی میں مُبتلا کرنے کی جو ناکام کوشش کی ہے وہ انتہائی مذموم ہے۔ اِس بیان کا مقصد محض قادیانی جماعت پر عائد شُدہ الزامات کو سر ظفر اللہ پر منطبق کر کے عوام کے ذہنوں سے اُس اثر اور دلوں سے اُن تاثرات کو دور کرنا ہے جو کہ مرزائی جماعت کے متعلق ان کے دلوں میں موجود ہیں''۔

آخر میں لکھا ہے ''برسبیلِ تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سر ظفر اللہ کا نام بھی آتا رہا لیکن اصل مبحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ سر ظفر اللہ کی ذات''

مَیں نے اصل مضمون پڑھ دیا ہے اِس میں جماعت کا کہیں ذکر نہیں صرف چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر ہے۔ اب مَیں یہ بتاتا ہوں کہ اِس بیان میں جتنی

باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب جھوٹی ہیں کیونکہ یہ طبقہ جو احرار سے تعلق رکھتا ہے ایک فیصدی بھی سچ نہیں بولتا۔ پہلی بات تو مَیں نے بتا دی ہے کہ یہ جھوٹ ہے کہ الزام چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پر تھا جماعت پر نہیں تھا۔ اب مَیں دوسری بات لیتا ہوں۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جب مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی تو مرزائیوں نے مسلم لیگ کے نمائندہ سے الگ اپنا وکیل کیوں پیش کیا؟ میرا جواب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے الگ میمورنڈم پیش کرنے کی وجہ احرار اور اُن کے ہم خیال تھے اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم کو لیگ سے علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کی ضرورت تھی اور نہ مسلم لیگ کو ہم سے علیحدہ میمورنڈم پیش کرانے کی ضرورت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب باؤنڈری کمیشن مقرر ہؤا تو طبعًا ہر جماعت نے خدمتِ قوم کے خیال سے اپنے اپنے میمورنڈم تیار کئے اور یہ خیال کیا گیا کہ جتنے زیادہ میمورنڈم دیں گے اُتنا ہی کمیشن پر زیادہ اثر ہوگا۔ زمیندار بھی کہیں گے کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں، تاجر بھی کہیں گے کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور اِسی طرح دوسرے لوگ بھی۔ ہندوؤں کی طرف سے بھی بیسیوں انجمنوں نے میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اِسی خیال کے ماتحت جماعت احمدیہ نے بھی الگ میمورنڈم تیار کیا اور غالبًا گورداسپور مسلم لیگ کی طرف سے بھی ایک میمورنڈم تیار کیا گیا اور وہ لوگ جنہوں نے یہ میمورنڈم تیار کیا تھا ابھی زندہ موجود ہیں اِن میں غلام فرید صاحب ایم ایل اے، شیخ کبیر الدین صاحب، شیخ شریف حسین صاحب وکیل جو احراریوں کے لیڈر تھے، مولوی محبوب عالم صاحب جو اِس وقت اوکاڑہ میں احراریوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں اور مرزا عبدالحق صاحب وکیل۔ کیا یہ لوگ مسلم لیگ کو مسلمانوں کا واحد نمائندہ خیال نہیں کرتے تھے؟ اِسی طرح امرتسر کی ایک انجمن نے بھی علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ کیا اور بعض انجمنوں نے جالندھر اور ہوشیار پور سے بھی یہی ارادہ کیا کہ علیحدہ میمورنڈم پیش کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر ایک خاص جوش تھا کہ کسی طرح پاکستان کی طرف سے زیادہ سے زیادہ میمورنڈم بنائیں اور یہ کہیں کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اِس کا حکومت پر اثر ہوگا۔ گویا صرف

قادیانیوں نے ہی علیحدہ میمورنڈم پیش نہیں کیا تھا مسلم لیگ کی بھی ایک شاخ نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا اور جنہوں نے علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ نہیں کیا وہ وہی تھے جو کہتے تھے کہ ہم پاکستان کی ''پ'' بھی نہیں بننے دیں گے اِس لئے نہیں کہ وہ مسلمانوں کے نمائندہ تھے بلکہ اس لئے کہ وہ پاکستان کا وجود ہی گوارہ نہیں کرتے تھے ورنہ خود لیگیوں نے بھی علیحدہ میمورنڈم تیار کئے تھے تا کہ لیگ کو مضبوطی حاصل ہو۔

جب میمورنڈم پیش کرنے کا وقت قریب آیا اور چوہدری صاحب مسلم لیگ کی طرف سے نمائندہ مقرر ہوئے تو انہوں نے جماعت کو اطلاع دی کہ فیصلہ یہ ہوا ہے کہ دونوں فریق کی طرف سے صرف کانگرس اور لیگ کے میمورنڈم پیش ہوں کیونکہ دو ہی نکتہ نگاہ ہیں اور یہ دونوں انجمنیں دو مخالف خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں اِس پر ہر جماعت نے اپنے میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا (یاد رہے کہ احمد یہ میمورنڈم تیار کر کے لیگ کو بھجوا دیا گیا تھا تا کہ کوئی اعتراض ہو تو وہ بتا دیں مگر انہوں نے اِس پر کوئی اعتراض نہیں کیا)۔ اِس کے بعد کانگرس نے کسی مصلحت کے ماتحت اپنے وقت میں سے کچھ وقت سکھوں کو دیا اور اِسی طرح احمدیوں کو بھی۔ شاید ان کا یہ مطلب ہو کہ سکھوں کے مطالبات تو یہی ہیں جو کانگرس کے ہیں لیکن یہ اُجڈ قوم ہے۔ کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ جب تک سردار جی نہ بولیں گے ہم راضی نہیں ہوں گے اور جب سکھ بولے تو شاید اچھوتوں میں بھی یہ خیال پیدا نہ ہو جائے اس لئے ان کو بھی وقت دو۔ (پہلے فیصلہ کے مطابق وقت صرف لیگ اور کانگرس میں تقسیم تھا اگر لیگ یا کانگرس اجازت نہ دیتی تو کوئی اَور میمورنڈم پیش نہ ہوسکتا) جب اِس فیصلہ کا علم مسلم لیگ کو ہوا تو اِس خیال سے کہ ہندوؤں کی طرف سے بعض دوسری قوموں کے لیڈر بھی پیش ہوں گے شاید اس کا بھی کوئی اثر پڑ جائے لیگ نے فیصلہ کیا کہ ہم بھی ایک دو علیحدہ میمورنڈم پیش کر دیں چنانچہ لیگ کی طرف سے ہمیں اور عیسائیوں کو ہدایت ملی کہ علیحدہ علیحدہ میمورنڈم پیش کرو ورنہ ہم پہلے ایسا کرنے کا ارادہ چھوڑ چکے تھے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ صرف احمدیوں کو ہی علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کی اجازت کیوں

دی گئی گورداسپور کی مسلم لیگ کو اجازت کیوں نہ دی گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ گورداسپور بہر حال مسلم لیگ کہلاتی تھی اور کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ وہ مرکزی مسلم لیگ کے ساتھ متفق نہیں ہوگی لیکن احراریوں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہوا تھا کہ احمدی مسلمان نہیں اور شُبہ تھا کہ ہندو سکھ ریڈ کلف کو یہ نہ کہہ دیں کہ مسلمان، احمدیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اِس لئے اِن کی آبادی کو نکال کر دیکھا جائے کہ آیا گورداسپور میں مسلم اکثریت ہے یا غیر مسلم اکثریت۔ ضلع گورداسپور میں ساٹھ ہزار احمدی تھے اور انہیں ملا کر مسلمان ۵۱.۱۴٪ تھے جس کے یہ معنی تھے کہ اگر احمدیوں کو باقی مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا جاتا تو مسلمان ۴۵.۶۹٪ رہ جاتے اور غیر مسلم زیادہ ہو جاتے تھے۔ پس احراریوں نے جو یہ شرارت کی کہ احمدیوں کو باقی مسلمانوں سے علیحدہ سمجھا جائے اِس کی وجہ سے مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ ہم علیحدہ میمورنڈم پیش کریں ورنہ ہندو کہہ دیں گے کہ یہ مسلمان نہیں اور ثبوت میں احراریوں کا فتویٰ پیش کر دیں گے۔ گویا احمدی اِس لئے الگ پیش نہیں ہوئے کہ وہ اپنے آپ کو الگ سمجھتے تھے بلکہ ان کے الگ پیش ہونے کی ضرورت اس لئے سمجھی گئی کہ احراریوں نے یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ احمدی مسلمان نہیں اگر ان سے علیحدہ پاکستان کی حمایت میں میمورنڈم پیش نہ کرایا جاتا تو ضلع گورداسپور میں مسلمان بڑی نمایاں اقلّیت ہو جاتے تھے۔ بعد میں سر تیجا سنگھ کی جرح نے ثابت کر دیا کہ احرار اور سکھوں اور ہندوؤں کی سکیم کا کس طرح احمدیہ میمورنڈم نے خاتمہ کر دیا۔ سر تیجا سنگھ نے احمدی میمورنڈم کے پیش ہونے پر سٹ پٹا کر کہا کہ ''احمدیہ موومنٹ کا اسلام میں مؤقف کیا ہے'' یعنی آپ لوگ تو مسلمانوں میں ہیں ہی نہیں آپ ان کی طرف سے کس طرح بول رہے ہیں؟ شیخ بشیر احمد صاحب نے جو احمدیوں کی طرف سے میمورنڈم پیش کر رہے تھے جواب دیا کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اوّل سے آخر تک مسلمان ہیں ہم اسلام کا ایک حصّہ ہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ کہیں احمدی مسلمان نہیں اِنہیں نکال کر معلوم کرو کہ آیا ضلع گورداسپور میں اقلّیت میں ہیں یا اکثریت میں؟ لیگ اسے بھانپ گئی اور اِس نے پاکستان کی حمایت میں احمدیوں سے علیحدہ محضر پیش کروا دیا۔

دیکھو! یہ احراری جھوٹے ہیں پہلے انہوں نے کہا میمورنڈم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پیش کیا تھا اور اس لئے علیحدہ میمورنڈم پیش کیا گیا کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میمورنڈم شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا اور سر تیجا سنگھ کے اس سوال کے جواب میں کہ ''احمدیوں کا مؤقف کیا ہے'' شیخ بشیر احمد صاحب نے کہا ہم شروع سے آخر تک مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کا ایک حصّہ سمجھتے ہیں مگر احرار جھوٹ بول کر کہتے ہیں کہ ہم نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہم مسلمانوں سے الگ ہیں کسی شاعر کا شعر ہے

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ لوگ کتنا بھی جھوٹ بولیں انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا لیکن بدنام ہم ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا ایک حصّہ ہیں لیکن وہ کہتے ہیں اِنہوں نے کہا تھا کہ ہم مسلمان نہیں ''ہے'' کو ''نہیں'' کہہ دینا کیا چھوٹی سی بات ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احمدیوں کا الگ میمورنڈم پیش کرنا احرار کی اس شرارت کو ختم کرنے کے لئے تھا کہ احمدی مسلمان نہیں کیونکہ اگر اس کا جواب احمدیہ میمورنڈم میں دوسرے مسلمانوں کی حمایت کر کے نہ دیا جاتا تو گورداسپور میں مسلمانوں کی اکثریت کو ہندو اور سکھ اعداد و شمار سے غلط ثابت کر سکتے تھے۔

یاد رہے کہ بٹالہ تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد تین لاکھ ساٹھ ہزار کے قریب تھی اور احمدی ووٹ پچپن ہزار ووٹ میں سے پانچ ہزار سے اوپر تھا اور تحصیل گورداسپور، شکرگڑھ اور پٹھان کوٹ میں دو ہزار سے زائد تھا پس ووٹوں کے لحاظ سے احمدیوں کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر بنتی ہے مگر چونکہ احمدیوں میں تعلیم زیادہ تھی اِس لئے تعلیم کی وجہ سے ان کے ووٹ ساٹھ ہزار میں سے اتنے بن گئے۔ صرف قادیان میں احمدی بارہ ہزار سے زائد تھے اور اِردگرد کے پانچ چھ دیہات میں مزید پانچ ہزار تھے گویا صرف قادیان اور اس کے اِردگرد کے دو دو میل کے حلقہ میں احمدی سترہ ہزار تھے۔ ۱۴.۵٪ سارے ضلع کی آبادی

کے۔ اگر قادیان کے علاوہ کوئی احمدی نہ ہوتا تب بھی احمدیوں کے نکالنے سے مسلمان اقلّیت میں آجاتے تھے۔ پس احمدیوں سے علیحدہ محضر پیش کروانا مسلمانوں کے مفاد کے لئے نہایت ضروری تھا اور لیگ نے جو فیصلہ کیا وہ بالکل درست تھا۔

دوسری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فیصلہ کے مطابق وقت صرف مسلم لیگ اور کانگرس کو ملنا تھا اگر مسلم لیگ ہمیں اجازت نہ دیتی تو احمدی میمورنڈم پیش نہ ہوسکتا تھا۔ خان افتخار حسین خان صاحب ممدوٹ، خواجہ عبدالرحیم صاحب سابق کمشنر چوہدری اکبر علی صاحب اور دوسرے مسلم لیگی لیڈر اِس بات کے گواہ ہیں کہ وقت صرف مسلم لیگ کو دیا گیا تھا ہمیں براہ راست وقت نہیں ملا۔ مسلم لیگ نے اپنے وقت میں سے ہمیں کچھ وقت دیا ورنہ ہم الگ محضر پیش ہی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر کمیشن کے دونوں مسلمان جج جسٹس محمد منیر اور سابق مسٹر جسٹس حال ہِزایکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب گورنر سندھ بھی اِس کے گواہ ہیں ان لوگوں کو معلوم ہے کہ اِس میمورنڈم کے پیش کرنے میں برابر ان مسلمان ججوں سے مشورہ کیا جاتا رہا کیونکہ اِن ججوں کے متعلق فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہ قوم کے نمائندے ہیں۔ مَیں خود مسٹر جسٹس منیر کی کوٹھی پر گیا ہزایکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب گورنر سندھ بھی وہاں آگئے تھے اِسی طرح چوہدری نذیر احمد صاحب ممبر پبلک سروس کمیشن بھی اتفاقاً آگئے میرے ساتھ شیخ بشیر احمد صاحب اور درد صاحب بھی تھے۔ ہم نے اس میمورنڈم پر قانونی طور پر ڈسکس کی اور اِس کی کاپیاں ہم نے ان میں سے اکثر کو الگ بھی دے دی تھیں۔ پس یہ سوال نہیں کہ ہم نے مسلم لیگ سے الگ محضر کیوں پیش کیا بلکہ سوال یہ ہے کہ الگ محضر پیش کرایا گیا اور اِس کی وجہ مَیں بتا چُکا ہوں کہ احرار کی یہ شرارت تھی کہ احمدی مسلمان نہیں اور اِس کا انہوں نے پروپیگنڈا کیا ہؤا تھا۔ اگر ہم علیحدہ پیش نہ ہوتے تو ریڈ کلف کو اِدھر اُدھر کے بہانے بنانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ احراریوں کا فتویٰ پیش کر کے کہہ سکتا تھا کہ چونکہ احمدی مسلمان نہیں اِس لئے ان کو نکال دیا جائے تو مسلم آبادی ۴۵ فیصد ہی رہ جاتی ہے اس لئے یہ ضلع ہندوستان میں شامل ہونا چاہئے۔ اِس میمورنڈم کو پیش کرنے کا فائدہ یہ ہؤا کہ ریڈ کلف کو بہانے تلاش کرنے پڑے جس کی وجہ سے ہم آج تک

انگریزوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ اُس وقت مسلم لیگ احراریوں کی شرارت کو بھانپ گئی اور اِس نے دھوکا نہیں کھایا۔ اب انگریزوں کا اس فیصلہ کو درست ثابت کرنے کے سِوا کوئی وجہِ جواز نہیں چنانچہ جب کوئی انگریز ہمارے پاس آتا ہے وہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ہندوستان سے تعلقات میں ہندوستان کو پاکستان کے مقابلہ میں جو زک پہنچی اس کا اثر زائل کرنے کے لیے یہ شرارتیں کروائی جارہی ہیں اور یہ پروپیگنڈا کروایا جارہا ہے کہ ضلع گورداسپور کا پاکستان سے الگ ہونا احمدیوں کی وجہ سے تھا حالانکہ ہم نے میمورنڈم صرف اِس لئے پیش کیا تھا کہ احراری چونکہ ہمیں مسلمانوں سے خارج کہتے ہیں اِس لئے تم ہمیں مسلم سمجھو یا غیر مسلم ہم بہرحال پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔

تیسرا ''آزاد'' نے اپنے ۲؍جون کے اخبار میں حکومت کے اعلان پر اعتراض کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ مرزائی وکیل کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ کہنے کا کیا حق تھا کہ قادیانی بَیْنَ الْاَقوامی یونٹ بن چُکا ہے اور اسے حق ہے کہ ہندوستان میں رہے یا پاکستان میں۔ یہ فقرہ جس خلاصہ سے لیا گیا ہے وہ بے شک الفضل میں چھپا ہے لیکن یہ خلاصہ کسی اَور اخبار یا رپورٹر نے لکھا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ یہ ہمارے میمورنڈم میں ہرگز موجود نہیں بلکہ اِس عبارت کا میمورنڈم سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر یہ عبارت ہمارے میمورنڈم میں احرار دکھا دیں تو مَیں اُنہیں دو ہزار روپیہ انعام دوں گا اور اِس کا فیصلہ مَیں باؤنڈری کمیشن کے ایک ہز ایکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب گورنر سندھ پر چھوڑتا ہوں جو احمدی نہیں اگر وہ ہمارا میمورنڈم پڑھ کر کہہ دیں کہ ہمارے میمورنڈم میں یہ فقرہ موجود ہے تو مَیں بلا چون چراں دو ہزار کا چیک میمورنڈم کے ساتھ ہز ایکسی لینسی کو بھجوا دوں گا۔ اگر یہ فقرہ ہمارے میمورنڈم میں ہو یا اس کے ہم معنی کوئی فقرہ ہمارے میمورنڈم میں ہو تو وہ ہمارے خلاف فیصلہ کرا کے اور وہ فقرہ نقل کر کے ہمیں بھجوا دیں اور دو ہزار کا چیک احرار کو دے دیں۔

(اس موقع پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے تو حضور نے نعروں کے متعلق ہدایات دیتے

ہونے فرمایا کہ)

مَیں نے آخری دو تین سالوں میں دوستوں کو ہدایات دی تھیں کہ نعرہ نہ لگایا جائے لیکن اب چونکہ دُشمن کہتا ہے کہ ہم نے احمدیوں کو مار ڈالا ہے۔ اِس لئے اب وہ وقت گزر گیا ہے اب نعرہ لگانے کی ممانعت نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ کے اگلے سال حج کے لئے مکّہ تشریف لے گئے تو معاہدہ یہ تھا کہ مکّہ والے اس سال جبلِ ابوالقبیس پر چلے جائیں گے اور مکّہ کی گلیاں خالی کر دیں گے تا کہ مسلمان اطمینان سے خانہ کعبہ کا طواف کرسکیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس سال مدینہ میں ملیریا کا زور تھا اور اس کی وجہ سے صحابہؓ سے چلا نہیں جاتا تھا، ان کے پاؤں لڑکھڑاتے تھے اور وہ کُبڑے ہوکر چلتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو دیکھا کہ جب وہ جبلِ ابوالقبیس کے سامنے آتے تو اکڑ کر چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت کیا کہ جب تم اس پہاڑی کے سامنے آتے ہو تو اتنا اکڑ کر کیوں چلتے ہو؟ اس پر صحابیؓ نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللہ! مَیں اُنہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ ہمیں بخار ہے لیکن تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے ہم میں اب بھی طاقت پائی جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر خدا تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے لیکن اِس شخص کی حرکت خدا تعالیٰ کو عرش پر بھی پسند آئی ہے۔[9] اِسی طرح مَیں کہتا ہوں کہ دُشمن کو اپنی زندگی جتانے کے لئے نعرہ لگانا جائز ہے۔ اب جو نعرہ لگا تھا وہ تو کچھ اچھا لگا تھا لیکن اس سے پہلے کا نعرہ بخار والوں کا نعرہ تھا حالانکہ جن کی نقل میں یہ نعرہ لگایا گیا ہے وہ بخار میں بھی اکڑ کر چلتے تھے دُشمن کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں مار دیا ہے لیکن تم نے انہیں بتانا ہے کہ ہم مرنے والے نہیں۔

اب مَیں میمورنڈم کے وہ پیراگراف پڑھ کر سُناتا ہوں جن کی وجہ سے احمدیوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ہمارے میمورنڈم میں جماعت احمدیہ کے انٹرنیشنل ہونے کا ذکر صفحہ ۱۰، ۱۱ پر آتا ہے اور اس کا ہیڈنگ نمبر (۱) ہے۔ اس پیرا کا مضمون یہ ہے کہ:-

''سکھ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر ہمارے گردوارے واقع ہیں

اور اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ خیال نہ کیا جائے کہ ان علاقوں
میں مسلمان زیادہ ہیں بلکہ اس اہمیت کی وجہ سے کہ ان میں گردوارے
ہیں وہ علاقے ہمیں دیئے جائیں۔''

ہم نے میمورنڈم میں ثابت کیا ہے کہ سکھوں کے نزدیک مذہبی طور پر جتنی اہمیت ان جگہوں کو حاصل ہے اس سے بہت زیادہ اہمیت قادیان کو حاصل ہے سکھوں نے یہ متبرک مقامات خود مقرر کئے ہیں لیکن اس چیز کا کہ قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں ذکر ہے پس احمدیہ مرکز اس عقیدہ کی رو سے الہامی مرکز ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے:

The Holy Founder of the Ahmadiyya Movement laid it down that the Headquarters of the Ahmadiyya Community should always be at Qadian. It is not possible, therefore, for the community or its present Head to transfer the Headquarters of the Community from Qadian to any other place.

''یعنی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے خود اپنی تحریرات میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جماعت کا مرکز ہمیشہ قادیان رہے۔ اس لئے جماعت یا جماعت کے موجودہ امام کے لئے ممکن نہیں کہ وہ جماعت کے مرکز کو قادیان کے سِوا کسی اَور جگہ تبدیل کرے۔

پھر میمورنڈم میں بتایا گیا تھا کہ سکھ تو ایک مقامی جماعت ہیں اِس کی دوسرے ممالک میں کوئی شاخیں قائم نہیں لیکن جماعت احمدیہ میں مختلف ممالک کے لوگ شامل ہیں اور اگر مذہب کو کوئی اہمیت دی جاسکتی ہے تو وہ اہمیت احمدیوں کو دینی چاہئے چنانچہ ہمارے میمورنڈم میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ:-

People from all parts of the world come here for religious and spiritual training. True, that Hindus number about 300 millions and sikhs about 5 millions but there are no conversions among them from

outside India. Branches of the Ahmadiyya Community are established in the U.S.A., Canada, Argentine, England, France, Spain, Italy, Syria, Palestine, Iran, Afghanistan, China, Ceylon; Mauritious, Burma, Malaya, Indonesia, Kenya, Tanganyika, Uganda, Abyssinia, the Sudan, Nigeria, Gold Coast, and Sierraleone. In some of the foreign countries there are hundreds of local branches. In the U.S.A. thousands of American citizens owe allegiance to the Ahmadiyya Creed. Even at the present time there is a British ex. Lieutenant and a Syrian barriester staying at Qadian for religious instruction. A German ex-Military officer is also expected in Qadian shortly to get training as a Muslim Missionary. Similarly, converts from the U.S.A. as well as the Sudan and Iran intend to come to Qadian for religious instruction. Before this, students from Indonesia, Afghanistan, China and parts of Africa have visited our Headquarters. Hence the position of Qadian among religious centers is very high. If shrines are included in 'other factors' Qadian undoubtedly takes the first place.

یعنی دنیا کے تمام حصوں سے یہاں مذہبی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے لوگ آتے ہیں یہ بات سچ ہے کہ ہندوؤں کی آبادی تیس کروڑ کی ہے اور سکھ قریباً پچاس لاکھ ہیں لیکن ان کے مذاہب میں بیرونی ممالک کے لوگ شامل نہیں ہوئے اس کے برعکس جماعت احمدیہ کی شاخیں یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن، انگلینڈ، فرانس، سپین، اٹلی، شام، فلسطین ، ایران ، افغانستان، چین، سیلون، ماریشس، برما، ملایا، انڈونیشیا، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا، ایبے سینیا، سوڈان، نائیجیریا، گولڈکوسٹ اور سیرالیون میں قائم ہیں۔

بعض ممالک میں سینکڑوں مقامی شاخیں پائی جاتی ہیں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں ہزاروں لوگ اِس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت بھی ایک انگریز سابق لیفٹیننٹ اور سیریا کا ایک بیرسٹر قادیان آئے ہوئے ہیں اور مذہبی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں اور پھر جرمن کا ایک سابق فوجی افسر بھی بہت جلد قادیان آنے والا ہے (یہ مسٹر کنزرے ہیں جو تقسیمِ مُلک سے پہلے قادیان نہ پہنچ سکے تھے یہ اب پاکستان کے قیام کے بعد یہاں پہنچے ہیں) اِسی طرح U. S. A، ایران اور سوڈان سے بھی بعض لوگ یہاں آنے کا ارادہ رکھتے ہیں (قیامِ پاکستان کے بعد U.S.A سے مسٹر رشید احمد یہاں آ چکے ہیں اور سوڈان سے مسٹر عباس ابراہیم آئے ہیں۔ ایران سے ابھی تک کوئی نہیں آیا) اِس سے قبل افغانستان، انڈونیشیا، افریقہ اور چین سے بھی بعض لوگ یہاں آ رہے ہیں اس لئے مذہبی مراکز میں سے جو پوزیشن قادیان کو حاصل ہے وہ نہایت اعلیٰ ہے۔ تقسیمِ مُلک کی شرائط میں یہ چیز بھی شامل تھی کہ بعض اَور امور کی بناء پر مُلک کے کسی حصّہ کو پاکستان یا ہندوستان میں شامل کیا جا سکتا ہے) اگر دیگر امور میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی علاقہ کو بعض مذہبی وجوہ کی بناء پر بھی ہندوستان یا پاکستان میں شامل کیا جا سکتا ہے تو سب سے اہم جگہ قادیان کو پیش کرنی پڑے گی۔

پھر بتایا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ کی کُل سات سَو پنتالیس انجمنیں ہیں جس میں سے ۷۴٪ مغربی پنجاب اور پاکستان میں شامل ہیں اس لئے قادیان کو مغربی پنجاب یعنی پاکستان سے علیحدہ کرنا جماعت احمدیہ کے مستقبل کے لئے سخت نقصان دِہ ہوگا۔

اب دیکھو میمورنڈم میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں مگر احراری کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا نہیں چاہتے تھے۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ اور افتراء ہے۔ ہر شخص کے دماغ میں کوئی نقص نہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں نہ تو کسی الگ یونٹ ہونے کا ذکر ہے اور نہ یہ سوال ہے کہ قادیان کو خود یہ فیصلہ کرنے کا حق ہے کہ آیا وہ ہندوستان میں شامل ہو یا پاکستان میں بلکہ محض یہ ذکر ہے کہ قادیان ایک اہم مذہبی مرکز ہے اور اس کے پاکستان کے ساتھ ایسے تعلقات ہیں کہ اس کو اس سے علیحدہ کرنا نہایت

نقصان دِہ ہوگا۔

پھر اگر یہ کہا جائے کہ ہم اس میمورنڈم کو نہیں لیتے الفضل میں جو خلاصہ شائع ہوا ہے ہم اسے لیتے ہیں اُس میں یہ لکھا ہے کہ

''قادیان بَیْنَ الاُقْوامی یونٹ بن چُکا ہے اور اس یونٹ کا حق ہے
کہ وہ فیصلہ کرے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں''۔

مَیں یہ کہتا ہوں کہ اگر اس غلط خلاصہ کو بھی لیا جائے جو الفضل ۳۱؍دسمبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہو چُکا ہے تب بھی آزاد کا جھوٹ ثابت ہے۔ آزاد لکھتا ہے کہ احمدی نمائندہ کو کیا حق تھا کہ وہ کہتا ہے قادیان بَیْنَ الاُقْوامی یونٹ بن چُکا ہے اور اسے حق ہے کہ ہندوستان میں رہے یا پاکستان میں''۔[۱۰]

یہ سراسر جھوٹا اور دھوکا دینے والا فقرہ ہے۔ الفضل کے شائع کردہ غلط خلاصہ میں بھی یہ امر بیان نہیں۔ آزاد کے نقل کردہ فقرہ کا یہ مفہوم ہے کہ قادیان عام دنیا کا ایک یونٹ ہے۔ دوم اُسے حق حاصل ہے کہ خواہ ہندوستان میں رہے یا پاکستان میں۔ اور یہ کہ وہ اس حق کو کس طرح استعمال کرنا چاہتا ہے اس طرف سے خاموشی ہے۔ مگر الفضل کا فقرہ یہ ہے کہ

''قادیان اسلامی دنیا کی ایک بَیْنَ الاُقْوامی تحریک بن چُکا ہے
اِس لئے اِس یونٹ کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ آیا وہ ہند یونین میں
آنا چاہتے ہیں یا پاکستان میں۔ سو ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم پاکستان میں
آنا چاہتے ہیں۔[۱۱]

دیکھو اِن احرار کے علماء نے کس صداقت سے کام لیا ہے ''قادیان اسلامی دنیا کا ایک بَیْنَ الاُقْوامی یونٹ بن گیا ہے'' کے فقرہ کو نقل کرتے ہوئے ''اسلامی'' کا لفظ بیچ میں سے اُڑا دیا ہے۔ تا کہ لوگ سمجھیں کہ احمدی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قرار دے رہے تھے اور آخری فقرہ کہ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم پاکستان میں آنا چاہتے ہیں'' اِس کو بھی اُڑا دیا ہے تا کہ آزاد کے خریدار یہ سمجھیں کہ احمدیوں نے اپنا فیصلہ کرنے کا حق تو بتایا

لیکن یہ بات نہ کہی کہ ہم کہاں جانا چاہتے ہیں اور اِس طرح مسلمانوں کے معاملہ کو کمزور کردیا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

غرض اس اقتباس سے واضح ہے کہ احرار کا الزام خالص دھوکا بازی اور سراسر جھوٹ ہے۔ الفضل کے شائع کردہ غلط خلاصہ میں بھی اِس کا ذکر نہیں۔ احرار نے یہ الزام لگایا ہے کہ احمدیوں نے اپنے میمورنڈم میں کہا کہ قادیان بَیْنَ الْاَقْوَامی یونٹ بن چُکا ہے اور اِس یونٹ کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں۔ حالانکہ خلاصہ میں یہ تھا کہ ''قادیان اسلامی دنیا کی ایک بَیْنَ الْاَقْوَامی یونٹ بن چُکا ہے اس لئے اس یونٹ کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ آیا وہ ہند یونین میں آنا چاہتے ہیں یا پاکستان میں''۔ احراریوں نے ''اسلامی دنیا'' کے الفاظ حذف کر دیئے اور کہہ دیا ''قادیان بَیْنَ الْاَقْوَامی یونٹ بن چُکا ہے۔'' پھر اِس کا اگلا فقرہ کہ ''سو ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم پاکستان میں آنا چاہتے ہیں'' اِس کو بھی حذف کر دیا۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے اور پھر بھی یہ مولوی سچے کے سچے ہیں۔ اگر ایک عیسائی یہ اعتراض کر دے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ ۔[۱۲] تو یہ لوگ شور مچا دیں گے کہ اگلا فقرہ کیوں نہیں پڑھا آگے صاف لکھا ہے وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی ۔[۱۳] اِسی طرح یہاں اگلا فقرہ یہ تھا ''سو ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم پاکستان میں آنا چاہتے ہیں'' مگر اِس کو اُڑا دیا۔ اور پہلے فقرہ سے ''اسلامی دنیا'' کے الفاظ حذف کر کے یہ کہہ دیا کہ گویا ہم نے کہا ہے'' قادیان بَیْنَ الْاَقْوَامی یونٹ بن چُکا ہے اور اس یونٹ کا حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں'' اور ان کی تفاصیل سے ظاہر ہے کہ ''آزاد'' کے معنے جھوٹ اور تعصّب سے آزاد نہیں بلکہ اس کے معنے ''مادر پدر آزاد'' کے ہیں۔ اتنا بڑا جھوٹ ان مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بولا جاتا ہے جنہوں نے سچ کی خاطر کسی زمانہ میں اپنی جانیں دیں۔ یہ اُن مسلمانوں کے ایمان کو برباد کرنے کے لئے جھوٹ بولا جاتا رہا جن کے ماں باپ نے سچائی کو قائم کرنے کے لئے عظیم الشان قربانیاں دیں۔ پھر یہ جھوٹ کو شِیرِ مادر سمجھنے والے لوگ تو صادقوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دوست ہیں اور احمدی سچ بولنے والے احرار کے جھوٹوں اور افتراؤں کا شکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمن ہیں **لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔**

مَیں پھر دو ہزار روپیہ انعام مقرر کرتا ہوں اور ہز ایکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب کو جو اِس کمشن کے ممبر تھے جس کی نسبت یہ جھگڑا ہے جج ماننے کے لئے تیار ہوں کہ کیا الفضل کے شائع شدہ غلط خلاصہ میں ''اسلامی'' کا لفظ ہے یا نہیں؟ اور کیا اِس فقرہ کے آخر میں پاکستان میں شامل رہنے کا مطالبہ کیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں غلط ہوں تو اُن کے فیصلہ کر دینے پر مَیں دو ہزار روپیہ فوراً احرار کو دے دوں گا۔ لیکن اگر ہز ایکسی لینسی شیخ دین محمد بوجہ اپنے موجودہ عُہدے کے یہ سمجھیں کہ اُن کے لئے یہ ثالثی مناسب یا جائز نہیں تو اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ اُوپر کے دونوں اُمور کے متعلق پانچ پانچ آدمی جو جج رہے ہوں یا دس سالہ پریکٹس والے وکیل یا بیرسٹر ہوں مرکزی احرار کی طرف سے اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مقرر ہو جائیں اور پھر اُن کے نام کے قرعے ڈال کر پانچ آدمی منتخب کرنے چاہئیں۔ یہ قرعہ سے نکلے ہوئے پانچ آدمی مؤکّد بعذاب قسم کھا کر جو فیصلہ کریں مجھے وہ منظور ہوگا۔ اور اگر یہ فیصلہ میرے خلاف ہوا تو مَیں دو دو ہزار کی رقم ہر امر کے بارہ میں جس کا فیصلہ میرے دعویٰ کے خلاف ہوا احرار کو ادا کرونگا۔ ہز ایکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب گورنر سندھ کا نام صرف اِس لئے تجویز کیا ہے کہ وہ باؤنڈری کمیشن کے ممبر تھے اور اِس وقت جج کا کام نہیں کر رہے لیکن اگر ان کے لئے یہ کام جائز نہ ہو یا جائز ہو مگر وہ پسند نہ کریں تو پھر دوسری تدبیر اختیار کرنے پر بھی مجھے اعتراض نہ ہوگا۔

اب مَیں احمدیہ جماعت کی اُن خدمات کا ذکر کرتا ہوں جو اس نے پاکستان کی تائید میں اُس وقت کیں۔ باؤنڈری کمیشن کا کام ایک نادر چیز ہے۔ ہندوؤں کو بھی اس کے قواعد معلوم نہیں تھے اور نہ تازہ لٹریچر دستیاب ہوسکتا تھا۔ مَیں نے فوراً سینکڑوں روپے خرچ کر کے امریکہ اور برطانیہ سے تازہ لٹریچر منگوایا پھر ڈاکٹر سپیٹ کو جو لندن میں سکول آف اکنامکس کے پروفیسر تھے اور جغرافیہ کے ماہر تھے یہاں منگوایا اور کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے اُن کی مدد سے نقشے تیار کر کے کمیشن کے سامنے پیش کئے اور پھر اس نے لندن

میں جا کر تائید کی۔مَیں حیران ہوں کہ پاکستان کے ذمہ دار افسر ہماری ان خدمات کو بُھول گئے ہیں اور ان لوگوں کو منہ لگا رہے ہیں جو تقسیمِ مُلک سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم پاکستان کی ''پ'' بھی نہیں بننے دیں گے۔

احرار نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر احمدیوں کی بات سچی ہے تو میمورنڈم پیش کریں سو یہ میمورنڈم ہے (حضور نے میمورنڈم اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا) جس کا سر دست مَیں خلاصہ سُناتا ہوں۔اس میں لکھا ہے:

"There is no doubt that at the press conference the Viceroy said that this district Muslims had a majority only of 0.8% and that therefore parts of Gurdaspur would necessarily have non-Muslim majorities.We submit ,however, that the Viceroy is not correctly informed on the point.In the 1941 census report, The Muslims population of the district of Gurdaspur is 51.14% of the total. This gives it an excess of 2.8% and not 0.8% over the rest.

2. We must also remember that if the Muslim majority in the district of Gurdaspur is slight it is because one of its tehsils viz.Pathankot,has a Muslim population of only 38.88%.If we look at the other three tehsils,we find that the tehsil Batala has 55.07% Muslims,tehsil Gurdaspur 52.15% and tehsil shakargarh 53.14%: Census Report ,1941".According to these figures ,it is evident that even if we bracket Batala tehsil christians with Hindus and Sikhs ,Muslims in tehsil Batala have an excess of 10.14%, in tehsil Gurdaspur an excess of 4.30%,in tehsil Shakargarh an excess of 6.28%. If the numberof Christians is added to the number of

Muslims then those who wish to live in Pakistan in tehsil Batala have a majority of 60.53%,the percentage of those wishing to go into Hindustanis reduced to 39.47. In tehsil Gurdaspur ,the collective Muslim-Christian population acquires a majority of 59.24%and the rest become reduced to a minority of 40.76%. In the tehsil Shakargarh, muslim-Christian population rises to 54.84% and the rest drop to 45.16%. If we keep these figures in view and leave Pathankot out of consideration for the present, it becomes obvious that there can be no question of separating any part of the remainder of Gurdaspur and joining it on to Eastern Punjab.Taking the three tehsils together the Muslim-Christian popualtion has a majority of 53[2]. It follows that according to the Vicory's declaration none of the three tehsils (Batala, Gurdaspur and Shakargarh)can be separated from western Punjab and joined on the Eastern Punjab. It would be utterly unjust and unconstitutional to do so.

پھر صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے:

In our opinion several 'other factors' can be cited in support of our contention that Qadian should remain a part of Western Punjab.

یعنی بہت سے اور دلائل بھی پیش کئے جا سکتے ہیں جو ثابت کر سکتے ہیں کہ ہمارا یہ دعویٰ درست ہے کہ قادیان کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے۔

پھر لکھتا ہے:

To separate Qadian from Western Punjab, therefore, would be highly prejudicial for its future.

If Qadian is joined on to the Eastern Punjab it would mean one of two things: either Qadian will continue to cultivate and Promote urdu among Ahmadies and thus to deprive its youth from obtaining employment under the Government and its enterprising members progressing in trade and comerce;or,Qadian will drop the use of Urdu which is the language in wich the religious literature of Ahmadies has been written and thus commit suicide in terms of its religious future.

The only college of the Ahmadiyya community is situated in Qadian. If Qadian is joined on to Eastern Punjab, it would mean that majority of students belonging to one Dominion will have to Study in a College Situated in another Dominion. It will be very injurious and might prove positively detrimental to the interests of the students and of the institution.

یعنی اگر قادیان کو مشرقی پنجاب کے ساتھ ملایا جائے تو دو باتوں میں سے ایک ضروری ہوگی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان والے گورمکھی اور دیگر زبانیں چلائیں گے اور ہم اُردو میں تعلیم دیں گے اِس طرح ہم اپنے نوجوانوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم کر دیں گے۔ اِسی طرح احمدی تاجر اور پیشہ ور اپنی تجارتوں اور پیشوں کو فروغ نہیں دے سکیں گے۔ اور یا قادیان اُردو کا استعمال چھوڑ دے اور اُردو وہ زبان ہے جس میں جماعت کا سارا مذہبی لٹریچر شائع ہؤا ہے اور یہ اِس کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔

جماعت احمدیہ کا صرف ایک ہی کالج ہے اور وہ قادیان میں واقع ہے اگر قادیان کو مشرقی پنجاب کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ طلباء کی

اکثریت جو ایک نَو آبادی سے تعلق رکھتی ہوگی اسے ایک ایسے کالج میں تعلیم حاصل کرنی پڑے گی جو دوسری نَو آبادی میں ہوگا۔یعنی جماعت کا اکثر حصّہ پاکستان میں ہے اس لئے تعلیم حاصل کرنے والے بھی زیادہ تر پاکستان والے ہی ہوں گے اور انہیں ہندوستان میں تعلیم حاصل کرنی ہوگی۔

پھر لکھا ہے:-

About 90%of the property of the community is situated in western Punjab and Pakistan.If Qadian is joined on to Eastern Punjab the financial resources of the Ahmadiyya Centre will very materially suffer.

یعنی جماعت کی ۹۰ فیصدی جائیداد مغربی پنجاب اور پاکستان میں واقع ہے۔اگر قادیان کو مشرقی پنجاب کے ساتھ ملایا گیا تو جماعت کو اِس جائیداد سے فائدہ اُٹھانے سے محروم کر دیا جائے گا۔

پھر لکھا ہے:

It is being said in certain official circles that keeping in view the economic life of this District and its means of communication, Gurdaspur should be placed in Eastern Punjab. This view,however,is not correct,for,to overlook the basic factor of majority Popoulation is beyond the scope and authority of the boundary commission This commission has not been appointed as a guardian over backword populations to decide what are their proper needs: it has been appointed to demarcate the boundary line by ascertaining contiguous majority areas of Muslims and non-Muslims. If this results in any inconvenience to the people of the district it is for the majority

community in Gurdaspur District to decide whether they are prepared to put up with the inconvenience involved in having its arteries of communications passing through foreign territory. In case they are prepared to put up with it,no one else has any right to object,or to deny their right to be placed where they desire to be placed. Besides, this is by no means an insurmountable difficulty,as has been demonstrated in a number of countries where it has been successfully overcome.

یعنی تم یہ دلائل پیش کرتے ہو کہ گورداسپور کو جانے والی ریل امرتسر کے علاقہ میں سے گزرے گی جو ہندوستانی علاقہ ہوگا۔ یہ تکلیف بے شک ہمیں ہوگی لیکن ہم اس کے باوجود پاکستان میں جانا چاہتے ہیں۔ جب ضلع کے باشندے ان تکلیفوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں تو تم کون ہو جو ہمیں پاکستان سے الگ کر کے ہندوستان سے ملا دو۔

پھر آگے لکھا ہے کہ اگر قادیان پاکستان سے الگ کر دیا گیا تو پاکستان کا ڈیفنس کمزور ہو جائے گا۔

چنانچہ لکھا ہے:

Of course both Hindustan and Pakistan are proclaiming their intention to live like peaceful neighbours; but there can be no guarantee against future complications between the two. The possibility of war between them should not ,therefore ,be ignored or overlooked. If Gurdaspur District,or any portion of it, be apportioned to Eastern Punjab, then, in the case of hostilities between the two,Amritsar would be a big centre of military activity;and the tip of its territory being about 18 miles from the

capital of Western Punjab ,it would be admirably placed for exerting pressure against Western Punjab.For the proper defence of Lahore from this point of view and of Western Punjab of which this town is the capital,it is necessary that Gurdaspur District should be placed in Western Punjab. Should Gurdaspur belong to Western Punjab,portions of Eastern Punjab lying this side of the Beas would not be left free to attack Western Punjab any time they liked. But the situation would change radically from the military point of view if Eastern Punjab should also hold Gurdaspur District in addition to Amristar.In that case not only would Eastern Punjab be able to maintain strong garrisons almost at the throat of Lahore, and therefore of the whole of Western Punjab,but also have elbow room for them in the adjoining territory of Gurdaspur District;and this would constitute a military threat to Western Punjab which would be well able to paralyse its entire defensive system.Therefore, Gurdaspur being a Muslim majority district (and this majority is desirous of being included inWestern Punjab) Western Punjab has a right to insist upon getting this territory which is essential for its defensive system against an attack from the east.

پھر اَور بعض دلائل ہم نے دیئے ہیں۔مثلاً لکھا ہے:

Among the Gurdaspur Muslims,the majority are jats,of which tribe the greater potion lives in the Western districts like Sialkot, Sheikhupura,Lyallpur and Lahore. Gurdaspur Muslims therefore

should not be cut off from areas inhabited by the larger body of the tribe to which these Muslims belong. Jats are no doubt to be found in the Ambala Division as well, but,for the greater part,they are Hindu jats; and they have,moreover, no connection with the jats of the Gurdaspur district. Thus,to cut off Gurdaspur from Western Punjab would raise insurmountable difficulties in the social life of the Gurdaspur Muslims.

پھر بتایا گیا کہ گورداسپور میں جو زبان بولی جاتی ہے وہ لاہور اور مغربی پنجاب کے ضلعوں سے بہ نسبت جالندھر، ہوشیارپور کے زیادہ ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

The dialect spoken in Gurdaspur closely remembers the one spoken in Lahore, Sialkot and adjoining parts of Sheikhupura and Gujranwala districts; while it does not at all resemble the one spoken in the eastern districts. As the larger number of people using this dialect would be living in Western punjab, the Gurdaspur Muslims too should be apportioned to the same side.

یہ وہ میمورنڈم ہے جس کے مِن وعَن شائع کرنے کے لئے ''آزاد'' نے مطالبہ کیا تھا اور جس کی وجہ سے احمدیوں پر غداری کا الزام لگایا جاتا ہے اس جھوٹے پراپیگنڈے کی وجہ سے کہ احمدی پاکستان کے دُشمن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اوکاڑہ اور راولپنڈی میں دو احمدی شہید کئے گئے ہیں اور ایک جگہ احمدیوں کا منہ کالا کر کے اُن کو سڑکوں پر پھرایا گیا ہے۔ اور مختلف جگہوں سے شرارت کی خبریں آ رہی ہیں مگر حکومت خاموش ہے بلکہ مسلم لیگ نے تو احرار سے سمجھوتہ یا سمجھوتہ کے مشابہہ کوئی گفت وشنید کی ہے۔ مسلم لیگ سے متعلق بعض اخبار برابر یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ احمدی جناح لیگ والوں سے مل گئے ہیں تا عوام میں اپنے ساتھ ہمدردی پیدا کریں

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم نے اِس دفعہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم مرکز سے الیکشنوں میں دخل نہیں دیں گے بلکہ انتخابی حلقہ کے احمدی باہم مشورہ سے فیصلہ کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اس اصل کے فیصلہ کے بعد کوئی سمجھوتہ کسی انجمن سے نہیں ہوسکتا۔ ذاتی طور پر جو لوگ مُجھ سے ملے ہیں احمدی یا غیر احمدی مَیں نے اُن کو یہی مشورہ دیا ہے کہ یہ تفرقہ کا وقت نہیں تم کو چاہیئے کہ لیگ کی کوئی غلطی ہے تو اندر رہ کر اصلاح کرو اِس وقت الگ الگ پارٹیاں نہ بناؤ مگر میرے اِس رویہ کا بدلہ یہ ہے کہ جو پنجاب کے بعض لیگی لیڈر یا لیگی راہنما دے رہے ہیں۔ انسان کی تو طینت یہ ہے کہ وہ محسن اور خیر خواہ کی قدر کرتا ہے مگر پنجاب کے یہ کارکن شاید اپنے آپ کو انسانیت سے بھی بالا سمجھتے ہیں۔ مَیں دوستوں کو اس کے باوجود اصولی مشورہ دوں گا تفصیلی نہیں دے سکتا کہ فیصلہ کے خلاف ہے، کہ احرار اور احرار کے دوست جو چاہیں کریں، انہیں اپنے فرض کو نہیں بولنا چاہیئے۔ انہیں چاہیئے کہ پاکستان کے فائدہ کے لئے فساد اور اختلاف کو کم کرنے کی ہر جگہ کوشش کریں اور دلوں کو ملانے کی کوشش کریں اور ہر ایک کو نصیحت کریں کہ یہ وقت اختلاف کا نہیں۔ پاکستان کے مفاد کو پارٹی بازی کے مفاد سے مقدم رکھو اور مل کر مُلک کی پھنسی ہوئی کشتی نکالنے کی کوشش کرو۔

مَیں جناح لیگ والوں سے کہتا ہوں کہ آپ کے اخبارات نے زیادہ شرافت سے کام لیا ہے اور اس وجہ سے یقیناً میرا یہ مشورہ آپ کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن پاکستان ذاتی فوائد سے مقدم ہے۔ مجھے معاف کریں کہ باوجود آپ کے نیک سلوک اور شرافت کے مَیں آپ کے حق میں رائے نہیں دے سکتا۔ اگر پاکستان کے لئے خطرہ نہ ہوتا تو اِس فتنہ انگیزی کے بعد میں آپ کی تائید کا اعلان کرتا مگر زمانہ کے حالات مجھے مجبور کرتے ہیں کہ مَیں صلح اور اتحاد پر ہی زور دوں۔ ہاں میرے دل پر جہاں آپ کے اس فعل کا بُرا اثر ہے کہ آپ نے اپنے جذبات کو قربان کر کے اتحاد کو قائم کیوں نہ رکھا۔ وہاں اس بات کا اچھا اثر ہے کہ ایسی شُہرت کا موقع کہ احمدیت پر جھوٹ بول کر آپ لوگوں میں مقبول ہوسکتے تھے آپ نے ہاتھ سے جانے دیا اور ظلم کے ارتکاب کو پسند نہ کیا۔ مَیں آپ کے

اس فعل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو صحیح راستہ پر چلائے اور مُلک کا سچا خادم بنائے۔ (غیر مطبوعہ از ریکارڈ خلافت لائبریری)

---

۱ الجمعة:۳

۲ سیرت ابن هشام جلد ۴ صفحہ ۷۸ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۳ تذکرہ صفحہ ۷۶۶۔ ایڈیشن چہارم

۴ آزاد۔ ۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء

۵ آر۔اے سِول اینڈ ملٹری گزٹ

۶ آزاد۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء

۷، ۸ آزاد۔ ۲ر جون ۱۹۵۰ء

۹ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ مطبوعہ مصر ۱۹۶۱ء میں جنگ احد کے حالات میں اس سے مشابہہ واقعہ کا ذکر آتا ہے۔

۱۰ آزاد۔ ۲ر جون ۱۹۵۰ء

۱۱ الفضل ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۹ء

۱۲، ۱۳ النساء:۴۴